آگ کا پکا کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُبَىٌّ وَاَبُوْ طَلْحَةَ جُلُوْسًا فَاَكَلْنَا لَحْمًا وَّخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوْءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ قُلْتُ لِهٰذَا الطَّعَامِ الَّذِىْ اَكَلْنَا فَقَالَ اَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لِمَ يَتَوَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ.

[رواہ احمد]

''حضرت انس فرماتے ہیں، میں اور ابی اور ابوطلحہ بیٹھے تھے۔ ہم نے گوشت اور روٹی کھائی، پھر میں نے وضوء کے لیے پانی منگوایا، ان دونوں نے کہا تم وضوء کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا، اس کھانے کی وجہ سے۔ انہوں نے کہا، کیا تم پاک چیزوں سے وضوء کرتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے وضو نہیں فرمایا اور وہ تم سے بہتر تھے۔''

دین کے بنیادی اصول ﴿۴۳﴾

اصول نمبر 43:...... وَمَنْ لَقِيَهُ مِنْ كَافِرٍ عَذَّبَهُ وَلَمْ يَغْفِرْ لَهُ ۔

''جو کافر اللہ تعالیٰ کو ملے گا اللہ تعالیٰ اسے سزا دیں گے اور معاف نہ کریں گے۔''

شرح: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے انکار یا الوہیت میں شرک پر لفظِ کفر بولا جاتا ہے، بعض اوقات مکمل شریعت کے انکار یا دین کے ضروری، مشہور و معروف مسائل کے انکار پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلا: آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے۔'' وغیرہ۔

کافر جب اپنے کفر...... شرک، رسالت یا قرآن پر اعتراض یا انکار، یا قیامت کے دن اٹھنے اور جمع ہونے کا انکار وغیرہ...... پر مرے گا تو اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ یہ آگ اور آخرت کے عذاب میں ہی رہے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾ [آل عمران: ۹۱]

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، ان میں سے کسی سے اگر چہ وہ فدیہ کے طور پر زمین بھر کر سونا دے دیں قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں کو دردناک عذاب ہوگا اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

ان کی موت کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ کفر پر مریں، یہ دلیل ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں فوت ہوگا اس کی نافرمانیوں کو معاف کر دیا جائے گا، کیونکہ نبی ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا تھا: ''آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اس کلمہ سے میں آپ لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کروں گا۔'' [صحیح بخاری: ۳۸۸۴] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ [سورہ محمد: ۳۴]

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔''

کیوں کہ وہ کفر پر فوت ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کفر کے باوجود انہیں کیوں معاف فرمائے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ وہ عموماً شرک کو معاف نہ کرے گا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [سورہ النساء: ۴۸]

''اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو وہ معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے گا۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو عام ذکر کیا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ [سورہ المائدہ: ۷۲]

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

ممکن ہے یہ شرکِ اکبر کے بارے میں ہو، لیکن یہ سب آیات و احادیث دلیل ہیں کہ کفر اور شرک بہت بڑے بڑے گناہوں میں سے ہیں۔ واللہ اعلم

فہرست

صلیب کا ہدف

اداریہ

حافظ احمد شاکر

اَلْاُضْحِیَۃ کا معنی قربانی ہے اور الاضحیٰ اس کی جمع ہے۔ اس لیے عید الاضحیٰ کو اردو میں عید قربان کہا جاتا ہے۔ قربانی صرف عید پر ہی نہیں ہر لحہ، ہر وقت جان، مال، وقت، خواہشات اور جذبات کی قربانی، دین اسلام کا جزو لاینفک...... نہ الگ ہونے والا...... ہے۔ عید قربان پر قربانیاں تو صرف اس جذبے کا مظہر یا تجربہ ہوتا ہے و گرنہ اسلام تو نام ہی قربانی کا ہے۔ واضح رہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کی جاتی ہے اور ذبح دوسرے کے ہاتھوں ہوا جاتا ہے۔

ہلال وصلیب کی کشمکش تاریخ کا حصہ ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ صلیب نے اس مسئلے یا ایشو کو ہمیشہ تازہ و توانا رکھا اور مسلمان اپنے دین کے سچا ہونے میں سر مست اور صلیب فتح کرنے کے نشہ میں غفلت کی چادر اوڑھ کر سوئے رہتے ہیں، جب کہ صلیب نے آتش انتقام کی چنگاری ہمیشہ سلگائے رکھی۔ چناں چہ مسلم ہندوستان میں تاجروں کے روپ میں اس کی آمد، جعلی نبوت کا اجراء، فقہی آراء کے اختلاف کو مخالفت تک لے جانا، خلافت اسلامیہ کو ختم کرنا، جزیرۃ العرب کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹنا، ناجائز اولاد کی طرح اسرائیل کو وجود میں لانا اور اسرائیل کے استحکام میں مستعد رہنا، مقبوضہ مسلم ہندوستان کا ڈیڑھ صد سالہ استحصال کرنے کے بعد جب اس کو جانا ہی پڑ گیا تو صلیبی استبداد نے مختلف عنوانات کے تحت ہندوستانی مسلمانوں کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ان تینوں خطوں کے باسیوں کے مابین نفرت کے ایسے بیج بوئے کہ یہ انگریز دشمن مسلمان خطہ باہمی مناقشات کی دلدل میں پھنس کر تین خطے کے مسلمان تین حصوں...... بھارت بنگلہ دیش اور پاکستان...... میں تقسیم ہو گئے اور دوسری طرف صلیب نے خطہ کے بعض باسیوں کو داد و دہش کے ذریعے اپنے جال میں پھنسا کر ان کے ذریعہ افتراق وانتشار کو ہوا دینے کا عمل جاری رکھا۔ اگر تاریخی تناظر میں دیکھا اور غور کیا جائے تو یہ سب صلیب کی ہلال یعنی اسلام کے لیے کینہ بھری پالیسیاں تھیں۔ برصغیر میں اس کی پالیسیوں کو مزید گہرائی تک سوچا جائے تو اس کا ہندوستان کی علمی زبان فارسی کی جگہ اردو کو رواج دینا، پھیلانا، اس کے ساتھ ہی ہندوستانیوں میں انگریزی سے آشنائی پیدا کرنا، اس کی اہمیت بڑھانا پھر انگریزی تعلیم کے ساتھ روزگار کو وابستہ کرنا جس کے نتیجہ میں پہلے دینی تعلیم کی اہمیت کم ہوتی گئی پھر اہل دین کی نسبت جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی توقیر بڑھانا اور ان کے لیے دنیاوی آسائشوں کی بہتات سے ان کو معزز کرنا، علم کی اہمیت اپنی جگہ۔ اس لیے انگریزی تعلیم نہ ناجائز ہے اور نہ ہی حرام ہاں اس سے متاثر ہونا اس سے مرعوب ہونا اور اپنی دینی و علمی زبانوں خصوصاً عربی و فارسی کی اہمیت کم کرتے کرتے ان کو ختم ہی کر دینا یہ سب صلیب کی وہ انتقامی سازش ہے جس کے ڈانڈے بقول اقبال مرحوم کے قلب مسلماں سے روح محمد نکالنے کی سازش تھی اور ہے اور یہ سازش وہ آکاس بیل ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ اس کے خزاں خیز نتائج سے بچنا اب مشکل سے مشکل تر ہو رہا ہے۔

بات چلی تھی قربانی سے اور درمیان میں ہلال وصلیب کا تذکرہ اس لیے آ گیا کہ صلیب نے بحر ہند میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد اس اہم نکتے پر اپنی توجہ مرکوز کی، نیز اب تک وہ اس میں کامیاب ہوا ہے اور نہ ہی اس نے اس نکتے کو آنکھوں سے اوجھل ہونے دیا ہے اور وہ نکتہ ہے مسلمانوں کے دل و دماغ میں چپکا ہوا جذبۂ قربانی وایثار! جو گھٹنے کے بجائے بڑھتا ہی رہا اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے والا ہر مسلمان حسب توفیق اس جذبے سے سرشار ہے۔ یتامی ومساکین ......جس میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے پہلے درجے میں شامل ہیں...... کے لیے ہر مسلمان مالی قربانی کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ مساجد کی تعمیر! کبھی کوئی مسجد پیسے کی وجہ سے ادھوری نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم انسانوں تک پہنچانے، اس کا پرچم بلند کرنے کے لیے ہر مسلمان مال تو خرچ کرتا ہی ہے جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتا، مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کمی بیشی بعض دفعہ برداشت اور ضبط کر جاتا ہے لیکن نبی ﷺ کی عزت وحرمت پر ہر مسلمان

دونوں جہان کی سعادت جانتے ہوئے ہر وقت قربان ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔قربانی کا یہ جذبہ اتفاق واتحاد کا باعث بھی بنتا ہے اور جذبہ قربانی کی نمو کا سبب بھی۔مسلمانوں کے دل ودماغ میں مختلف عنوانوں پر جذبہ ہائے قربانی کو لفظ جہاد کے معنی کی وسعت سمو لیتی ہے۔ہندوستان میں بس ہلال وصلیب کی ساری دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا ٹارگٹ اور نشانہ یہی جذبہ جہاد تھا جس کو کھرچنے کے لیے خود کاشتہ نبوت سے منسوخیٔ جہاد کا اعلان بھی جاری کرایا۔ہندوستان کو دارالاسلام قرار دلوا کر اس میں صلیب کے خلاف جہاد کے ناجائز ہونے کے فتوے بھی جاری کروائے،کشت وخون کے نعرے بھی لگوائے،اور فتوے بھی دلوائے، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ صلیب جذبہ جہاد کھرچنے میں اب تک ناکام رہا اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔دیکھا جائے تو احوال وظروف کی تبدیلی کے ساتھ یہی جذبہ جہاد صلیب کے لیے اب تک سوہانِ روح بنا ہوا ہے۔اختلافِ رائے کا ہر ایک کو حق ہے لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ شکست روس میں فتح کا بنیادی عنصر یہی جذبہ جہاد تھا اور روسی ریچھ کی پچھاڑ کے بعد صلیب ......یعنی امریکہ...... نے جو نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا تھا وہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے اس دولفظی جواب سے پوری طرح عیاں ہے جو اس نے صحافیوں کے اس سوال ''کہ اب امریکا کا دشمن روس تو ختم ہو گیا اب اس کو ایٹمی قوت کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ ''اسلام ابھی باقی ہے'' اب ہمارے مسلمان حکمران تاریخ سے بے خبر ہیں؟ سادہ لوح ہیں؟ یا پھر ''کچھ اور'' کہ وہ اسلام کے خلاف صلیب کی جاری جنگ...... جسے دہشت گردی کا دجالی نام دیا گیا ہے......کو اپنی جنگ کہہ کر اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور وہ اس پر ندامت کی بجائے اظہار تفاخر کر رہے ہیں۔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہماری وزارتِ مذہبی امور:

پاکستانی حکمرانوں اور سیاست دانوں کی بدعنوانیوں کی جو کہانیاں کبھی فضاؤں اور خلاؤں میں ہوتی تھیں اب وہ نہ صرف صفحہ قرطاس پر منتقل ہو چکیں بلکہ اب ایک عالم پر آشکارا بھی ہو چکیں ہیں اور میڈیا اپنی آزادی کے باعث اس کی روزافزوں بڑھوتی کی افسوسناک خبریں عالمی ذرائع ابلاغ بھی نشر کر رہے ہیں۔

حجاج کے ساتھ پاکستانی حکومت کا رویہ کبھی بھی ہمدردانہ نہیں رہا۔مثلاً:

۱: ہر سال اخراجات میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔اگر تیل کبھی سستا بھی ہو جائے تو اس کے ثمرات شاید ہی کبھی حجاج تک پہنچتے ہوں۔

۲: یہ بات مسلمہ ہے کہ دنیا میں سب سے مہنگا حج......ٹرانسپورٹ کے حوالہ سے......پاکستان کا ہوتا ہے۔

۳: حجاج سے کرایہ اور اخراجاتِ حج کے نام پر کئی ماہ پہلے رقم وصول کر کے بینکوں میں جمع کرائی جاتی ہے جس سے کثیر فائدہ بینک اٹھاتے ہیں؟ وزارت حج اٹھاتی ہے؟ یا وزارت حج کے ملازمین؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۴: سعودی عرب میں پاکستانی حجاج کے ساتھ وزارت حج کے اہل کاروں اور سفارت کاروں کا رویہ کبھی بھی قابل رشک نہیں رہا۔

۵: حجاج کی واپسی پر ہر سال رہائشوں کے دور ہونے،مہنگا ہونے اور نامناسب ہونے کی شکایات منظر عام پر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔اس سال ان شکایات میں سعودی حکومت کو بلاوجہ مورد طعن بنانے کی مذموم کوشش کی گئی بلکہ ہرجانے کا بے جا تقاضا بھی کیا جانے لگا۔حالاں کہ سعودی حکومت تو میزبان ہوتی ہے اور دنیا میں کہیں بھی میزبان سے ہرجانہ طلب نہیں کیا جاتا۔حجاج کے آرام وآسائش اور ان کی ضروریات کی تکمیل تو وزارت حج،اس کے کارندوں یا ان ایجنٹوں کی ذمہ داری ہوتی ہے جن کو وزارت حج کوٹے دیتی یا کوٹوں سے نوازتی ہے۔ہمارے خیال میں اس ساری بدعنوانی میں کسی بھی سطح پر سعودی حکومت نہ ملوث ہے اور نہ ہی اس کی ذمہ دار۔ہاں ممکن ہے سعودی شہزادے کے اس خط......جس کا اخبارات میں تذکرہ آتا رہا......کی یہ بازگشت ہو جس کی تحقیقات ابھی تک وزارت حج اور وزارت خارجہ میں شٹل کاک بنی ہوئی ہے اور وہ ابھی تک نہ منظر عام پر آئی ہے اور نہ ہی شاید کبھی آئے کہ تفتیش کے

ع یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں۔

سعودی عرب ہمارا برادر اسلامی ملک تو ہے ہی بلکہ ہمارا ایسا محسن بھی ہے جس نے کبھی ہمیں تنہا نہیں چھوڑا اور ہمارے کہنے اور بتانے سے پہلے ہی ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھا۔اس لیے ہمارے وزیر مذہبی امور کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس پر حقیقت کی بجائے مسلکی جذبات کے اظہار کا گمان گزرنے لگے۔نیز دو مرکزی وزراء کو اخبارات میں ذاتی رنجشوں سے بھری ایسی بیان بازی سے گریز کرنا چاہیے جس سے وطن دشمن فائدہ اٹھائیں اور اس کی کڑواہٹ گہرائی تک جا کر معاشرہ میں تلخی کا سبب بن جائے۔

درس قرآن — قسط نمبر ⑯

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿ وَجَآئَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ ۝ ﴾ [ق: ۲۱]

''اور ہر انسان آ گیا، اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا اور ایک گواہی دینے والا۔''

یہ روزِ قیامت انسان کی اللہ کی عدالت میں حاضری کی کیفیت کا بیان ہے کہ ایک فرشتہ ﴿ سائق ﴾ اس کے ساتھ چلانے والا یا ہانک کر لے جانے والا ہوگا جو اسے چلا کر حساب کے لیے پیش کرے گا۔ اور دوسرا فرشتہ ﴿شہید﴾ بطورِ گواہ ساتھ ہوگا، جو اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دے گا۔

یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام مجاہد، قتادہ رحمہما اللہ وغیرہ سے مروی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے، اور آیت کے الفاظ بھی اسی کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ سائق سے مراد فرشتہ اور شہید سے انسان کا عمل مراد ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ الشہید سے انسان کا اپنا نفس مراد ہے، اور بعض نے شہید سے نبی ﷺ اور بعض نے نامہ اعمال مراد لیا ہے، مگر یہ قول بداہتاً سیاقِ قرآن کے موافق نہیں۔ گو انسان کے حساب کتاب کے مناسب حال بطورِ گواہ اس کا نامہ اعمال، نبی کریم ﷺ، خود انسان کے اعضاء وجوارح اور زمین ومکان جہاں اس نے نیک یا برا عمل کیا ہوگا سب بطورِ گواہ پیش ہوں گے۔

لیکن پہلا مرحلہ حاضری کی کیفیت کا ہے جس کا اس آیت میں بیان ہے۔ یہ کیفیت بعینہٖ ویسی ہے جیسی عدالت میں لے جانے والے مجرم کی ہوتی ہے کہ ایک سپاہی مجرم کو لے جانے والا اور دوسرا سرکاری وکیل کی حیثیت سے اس کے جرائم وکوائف کی گواہی دینے والا ہوتا ہے۔

ان دونوں فرشتوں کے بارے میں بعض نے کہا کہ مراد وہ دو فرشتے ہیں جو ہر انسان کا ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں، اور بعض نے کہا نہیں یہ علیحدہ حیثیت سے دو فرشتے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام رازی رحمہ اللہ نے سب سے جدا موقف اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں کہ الشہید سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کا ذکر پہلے قعید کے لفظ سے ہوا ہے۔ اور سائق سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کا ذکر المتلقی سے ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

﴿ اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ ﴾ [ق: ۱۷]

میں ''التلقی'' استقبال کے مفہوم میں ہے، اخذ کرنے اور حاصل کرنے کے معنی میں نہیں۔ مقصد یہ ہے المتلقیان سے وہ دو فرشتے مراد ہے جو جان کنی کے بعد ملک الموت سے روح لے لیتے ہیں، ایک ان میں صالحین کی روح لینے والا ہوتا ہے اور دوسرا طالحین کی، اور وہ دونوں دائیں بائیں ''قعید'' بیٹھے نامہ اعمال لکھنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ کس جانب اور کس قبیل کے ہیں۔ اگر وہ نیک ہے تو بخوشی فرشتہ روح ملک المسرور کو دے دیتا ہے اور اگر وہ گناہ گار ہوتا ہے تو افسوس سے روح ملک العذاب کو دے دیتا ہے۔

اسی تناظر میں وہ فرماتے ہیں کہ شہید سے مراد ''قعید'' نامہ اعمال لکھنے والا ہے اور سائق سے ملک الموت سے روح لینے والا مراد ہے جو اسے اس کی برزخی منزل میں لے جاتا ہے۔ اور اس تاویل کو

انہوں نے اقرب الی الفهم اورزیادہ معروف قرار دیا ہے۔

[التفسیر الکبیر]

واللہ تعالیٰ اعلم

﴿ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ ﴾ [ق: ۲۲]

''بے شک تو اس کی طرف سے غفلت میں تھا، ہم نے تمہارے اوپر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔''

قیامت کے دن اللہ کے ہاں پہنچ جانے پر اسے تنبیہ کی جائے گی کہ اس دن کے بارے میں تم شک میں پڑے ہوئے تھے۔تمہاری غفلت دور کرنے کے لیے اللہ نے رسول بھیجے، حشر ونشر کے دلائل دیئے، مگر تمہیں یقین نہ آیا۔ کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں پر تمہیں یقین آتا تھا، مگر میرے سچے اور صادق رسولوں کی باتوں پر تمہیں یقین نہیں آتا تھا، مگر آج تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہ سب چیزیں دیکھ رہے ہو جن کا امکان تمہیں دور دور نظر نہیں آتا تھا۔ اس آیت کا مخاطب کون ہوگا؟ بعض نے کہا کہ مراد کفار ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کے اوّلین مصداق ومخاطب ہیں اور وہی کف افسوس ملیں گے جن کے بارے میں بتلایا گیا ہے:

﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۝﴾ [السجدۃ: ۱۲]

''کاش تم وہ وقت دیکھو جب مجرم سر جھکائے اپنے ربّ کے حضور حاضر ہوں گے۔ (اور اس وقت کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہم نے خوب دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب یقین آ گیا ہے۔''

کفار ہی کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝﴾

[الانبیاء: ۹۷]

''اور وعدۂ حق کے پورے ہونے کا وقت قریب آ لگے گا تو یکا یک ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا، وہ کہیں گے ہائے ہماری شامت! ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے تھے، بلکہ ہم ظالم تھے۔''

غفلت کے اعتراف کے ساتھ اپنے ظلم کا اعتراف، حقیقت کا اظہار ہے کہ غفلت کیا، ہمیں تو اس سے خبردار کیا گیا تھا مگر ہم نے ایک نہ سنی اور اس کے انکار پر اڑے رہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کا مخاطب کافر ومومن دونوں ہوں گے۔ اسی قول کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔ مومن ہے تو یہ سارا منظر دیکھ کر اس کا یقین بڑھ جائے گا، جو جزئیات اس سے مخفی تھیں ان کا علم ہوجائے گا، اس لیے مومن بھی قیامت کی شدت پوری طرح معلوم نہ ہونے کی وجہ سے غافل ہی کی طرح ہے، بلکہ مسلمان بھی اکثر وبیشتر دنیوی مشاغل اور اس کی زیب وزینت میں مگن ہوکر اور تکاثر کی بیماری میں مبتلا ہوکر آخرت سے غافل ہوجاتا ہے۔ اسی بنا پر علی العموم فرمایا گیا ہے:

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۝ ﴾

''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا مگر وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔'' [الانبیاء: ۱]

شیخ ابوالعتاہیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

الناس فی غفلاتھم ورحی المنیة تطحن

''موت کی چکی زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔''

ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اس شعر کا تصور کہاں سے لیا ہے تو انہوں نے یہی آیت ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ ﴾ تلاوت کی اور فرمایا کہ اس آیت سے۔ [ابن کثیر]

اس لیے آیت کے مفہوم میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ کفار میں یہ

غفلت انکار کے پہلو میں ہے اور مسلمان میں تساہل وتکاثر کے اعتبار سے ہے۔

علاوہ ازیں آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حیثیت خواب وغفلت کی ہے اور آخرت کی مثال یقظہ اور بیداری کی ہے۔ خواب میں جس طرح انسان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور وہ کچھ نہیں دیکھتا اسی طرح دنیا میں آخرت کے حقائق کو وہ نہیں دیکھ سکتا۔ آخرت کے مقابلے میں یوں دنیا خواب کی زندگی ہے، مگر یہ خواب کا عالم جب ختم ہوگا آنکھیں کھل جائیں گی تو سارے حقائق اس کے سامنے کھل جائیں گے۔ اور اسی لیے بعض اہل علم نے فرمایا ہے:

اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا .

''کہ اس دنیا میں انسان سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو تب جاگیں گے۔''

قاضی ابن عطیہ اندلسی نے المحرر الوجیز میں اس جملہ کو بطورِ مرفوع روایت ذکر کیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الضعيفة (١٠٢) میں فرمایا ہے: لا أصل له یعنی مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔

نظر کی اسی تیزی اور مضبوطی کی بنا پر تمام امورِ آخرت اس پر منکشف ہو جائیں گے۔ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو دیکھے گا، جنت ودوزخ کا دور سے مشاہدہ کرے گا۔ اور مومن صادق جنت میں اپنے مولیٰ کے دیدار کا شرف پائے گا۔

ایک اشکال کا جواب:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تو ذکر ہے کہ قیامت کے روز آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور نگاہ تیز ہو جائے گی جب کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ﴾ [الإسراء: ٩٧]

''ان کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ کر لائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۞ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۞ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۞ ﴾ [طٰہٰ: ١٢٤-١٢٦]

''جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے معیشت تنگ ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تو نے بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔''

سورۂ طٰہٰ ہی میں ہے:

﴿ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۞ ﴾ [طٰہٰ: ١٠٢]

''جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس حال میں گھیر لائیں گے کہ ان کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی۔''

یہ آیات بظاہر اس آیت کے معارض معلوم ہوتی ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے، میدانِ محشر میں انسان کے جو احوال بیان ہوئے ہیں ان کے بارے میں، فرمایا ہے کہ یہ اختلاف مختلف احوال کی بنا پر ہے۔ میدانِ محشر میں پانچ حالتیں ہوں گی:

١۔ قبر سے نکلنے کی حالت اس حالت، میں کفار کے اعضاء وجوارح مکمل ہوں گے۔ تبھی وہ باہم باتیں کریں گے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں

﴿ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾ [یونس: ٤٥]

﴿ يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾ [طٰہٰ: ١٠٣]

﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴾

[المؤمنون: ١١٢]

آیا ہے۔

٢۔ دوسری حالت حساب کے لیے جانے کی ہے، اس وقت بھی وہ تمام

حواس سے ہوں گے، یہاں ان سے سوال جواب ہوں گے، ظاہر ہے کہ وہ اس وقت گونگے، بہرے اور اندھے نہیں ہوں گے۔

۳۔ تیسری صورت محاسبہ کی ہوگی۔ اس حالت میں بھی وہ کامل جوارح سے ہوں گے، وہ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے، ان کے اعضاء سے باز پرس ہوگی، اسی حالت میں وہ کہیں گے:

﴿ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴾ [الكهف: ٤٩]

''اس کتاب کے لیے کیا ہے کہ اس نے کوئی کمی نہیں کی، چھوٹا، بڑا سب جمع کر دیا ہے۔''

۴۔ چوتھی حالت تب ہوگی جب انہیں جہنم میں لے جایا جائے گا، اس حالت میں وہ گونگے بہرے اور اندھے بنا دیئے جائیں گے۔

۵۔ پانچویں حالت جہنم میں جانے کے بعد ہے، مگر یہ حالت اپنی ابتدائی اور آخری صورت کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ ابتدائی حالت جب وہ جہنم تک پہنچیں گے تب وہ اندھے، بہرے ہوں گے، تاکہ ان کی ذلت میں اضافہ ہو اور دوسروں سے وہ ممتاز ہوں، انھی کے بارے میں غالبًا یہ ارشاد ہے:

﴿ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ ﴾ [الرحمن: ٤١]

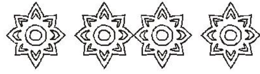
''مجرم اپنی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ تو انہیں پیشانی اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔''

(اعاذنا الله منه)

جہنم میں جانے کے بعد انہیں پھر کامل اعضاء و جوارح دے دیئے جائیں گے، تاکہ وہ جہنم کا مشاہدہ کریں، اور جس کی تکذیب کرتے تھے اسے مکمل طور پر دیکھ لیں۔ یہاں ان کی باہم تو تکار ہوگی اور ایک دوسرے پر لعن وطعن کریں گے، اہل جنت کو پکاریں گے ان سے کھانے پینے کی اشیاء طلب کریں گے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں اس کی تفصیل ہے اور آخر کار وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں یہاں سے نکالا جائے اگر ہم پھر یہی کچھ کریں تو ہم فی الواقع ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

یہیں ذلیل و رسوا ہو کر رہو اور بات نہ کرو۔ بالآخر موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر ذبح کیا جائے گا، اور جنتیوں سے کہا جائے گا تم ہمیشہ جنت میں اور جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ اعاذنا اللہ منہ......

دنیا میں چوں کہ انہوں نے کانوں، آنکھوں سے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ دوسروں کو قرآنِ مجید اور دعوتِ حق سننے سے روکتے رہے، خود کہتے تھے ہمارے کانوں میں ''وقر'' بوجھ ہے، اپنا چہرا چھپا لیتے، کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے، زبان سے ایمان لانے کی بجائے دعوتِ حق کی تکذیب کرتے رہے، اسی بنا پر جہنم میں اور آخرت میں ان کو اندھا، گونگا اور بہرا کر دیا جائے گا۔[التذكرة، ص: ٢٥٠، ٢٥٢]



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: من ستر مسلماً

کسی مسلمان کا عیب چھپانا

۷۷۹ . عن أبی الهیثم قال: جاءَ قومٌ إلی عقبة بن عامر فقالوا: إنّ لنا جیراناً یشرَبُون ویفعَلُون، أفنَرْفعُهُم إلی الإمامِ؟ قالَ: لاَ، سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ یقولُ: ((مَنْ رَأَیٰ مِنْ مُسْلِمٍ عَوْرَةً فَسَتَرَها کَانَ کَمَنْ أحْیا مَوْؤُدَةً مِنْ قَبْرِهَا .)) [ضعیف]

''حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا، ہمارے ہمسایہ کے لوگ شراب پیتے ہیں اور برے کام کرتے ہیں۔کیا ہم ان کی خبر حکام تک پہنچائیں؟ کہا نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص کسی مسلمان کا کوئی عیب دیکھے اور اسے چھپائے تو گویا اس نے زندہ درگور ہونے والی کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔''

باب: قول الرجل: هلك الناس

آدمی کا کہنا کہ لوگ ہلاک ہو گئے

۷۸۰ . عن أبی هریرةَ: أنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ: ((إذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ یقُولُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ .))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تو یہ کہتا ہوا سنے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو جان لو اسی نے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔''

باب: لا یقل للمنافق: سیّدٌ

منافق کو سردار نہ کہو

۷۸۱ . عن عبدِ اللّٰه بن بُرَیْدَةَ، عن أبیه قالَ: قالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لاَ تَقُوْلُوا لِلْمُنَافِقِ: سَیّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ یَكُ سَیِّدَکُمْ، فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّکُمْ عَزَّوَجَلَّ .)) [صحیح]

''عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کو سردار نہ کہو۔اگر تم نے اس کو سردار مان لیا تو جان لو کہ تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کر لیا۔''

باب: ما یقول الرجل إذا زکی

اپنی تعریف سن کر آدمی کو کیا کہنا چاہیے

۷۸۲ . عن عدیّ بن أَرْطَاة قالَ: کانَ الرَّجُلُ مِن أصحَابِ النَّبِیِّ ﷺ إذَا زُکّیَ قال: اَللّٰهُمَّ لا تُؤَاخِذْنِی بِمَا یَقُولُون، واغْفِرْ لی مَا لا یَعْلَمُوْنَ . [صحیح الإسناد]

''حضرت عدی بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے اگر کسی کی تعریف کی جاتی تو وہ کہتا، اے اللہ! میرے متعلق جو کچھ لوگ کہتے ہیں مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا اور میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو یہ لوگ نہیں جانتے۔''

۷۸۳ . عن أبی قلابة أنّ أبا عبدِ اللّٰهِ قالَ لأبی

مسعود ـ أو ابن مسعود قال لأبی عبد اللّٰه ـ : مَا سمعتَ النَّبِیَّ ﷺ فی ((زَعَمَ ؟)) قالَ: ((بِئْسَ مَطِیَّةُ الرَّجُلِ .)) [صحیح]

''ابوقلابہ سے روایت ہے کہ ابوعبداللہ نے ابومسعود سے کہا یا ابن مسعود نے ابوعبداللہ سے کہا آپ نے زعم کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہو؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زعم آدمی کی بری سواری ہے۔''

٧٨٤ . عن ابی المهلّب اَنَّ عبدِ اللّٰه بن عامر قال: یا أبا مسعودٍ ، ما سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یقُولُ فی ((زَعَمُوْا؟)) قالَ: سَمِعْتُهُ یقُولُ: ((بِئْسَ مَطِیَّةُ الرَّجُلِ))، وَسمعتُهُ یقُولُ: ((لَعْنُ المُؤْمِنِ کَقَتْلِهِ .)) [صحیح]

''ابی مہلب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے کہا اے ابومسعود آپ نے رسول اللہ ﷺ سے زعم کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آدمی کی بری سواری ہے۔ اور آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا، کسی مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔''

باب: لا یقول لشیءٍ لا یعلمه: اللّٰه یعلمه

جس چیز کے متعلق وہ نہیں جانتا اسے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اللہ جانتا ہے

٧٨٥ . عن ابن عبّاس: لا یقولنَّ أحدُکم لشیءٍ لا یَعْلَمَهُ: [اللّٰهُ یَعْلَمُهُ]، واللّٰهُ یعلمُ غیرَ ذٰلكَ، فیعلِّمُ اللّٰه ما لا یعلَمُ، فذَاكَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ . [صحیح الإسناد]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جس چیز کو تم جانتے نہیں ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ اللہ جانتا ہے۔ اللہ تو اس کے علاوہ بھی سب کچھ جانتا ہے۔ اس طرح کہنے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ چیز داخل کردے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر عظیم بہتان کا درجہ رکھتی ہے۔''

باب: قوس قزح

قوس قزح کا بیان

٧٨٦ . عن ابن عبّاس قال: المَجَرَّة بابٌ من أبوابِ السّماءِ، وأمّا قوسُ قُزَحٍ فأمَانٌ مِنَ الغَرقِ بعدَ قومِ نوحٍ علیه السلام . [ضعیف]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجرہ (کہکشاں) ایک دروازہ ہے آسمان کے دروازوں میں سے اور قوس قزح (آسمان پر بارش ختم ہونے کے بعد گولائی میں رنگ دار لکیریں) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق ہونے کے بعد (کہکشاں) ان کے لیے امن کا نشان تھا۔''

باب: المجرّة

مجرہ کا بیان

٧٨٧ . سأل ابْنُ الکوّا علیًّا عن المَجَرَّةِ، قال: هو شَرَجُ السَّمَاءِ، ومنها فُتِحَتِ السَّمَاءُ بماءٍ مُنْهَمِرٍ . [صحیح الإسناد]

''ابن الکوا نے حضرت علی سے پوچھا مجرہ (کہکشاں) کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ آسمان کا شگاف ہے جس سے آسمان کھولا گیا تھا (قوم نوح کو غرق کرنے کے لیے) موسلا دھار بارش برسائی گئی تھی ان پر۔''

٧٨٨ . عن ابن عباس: القوسُ أمانٌ لأهلِ الأرضِ مِنَ الغَرَق، والمَجَرَّة بابُ السماءِ الذی تنشقُّ منه . [صحیح الإسناد]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قوس قزح امان ہے زمین والوں کے لیے غرق ہونے سے اور مجرہ آسمان کا وہ دروازہ ہے جہاں سے آسمان پھٹے گا۔''

علم صرف کی تدریس کا جامع اور صحیح طریقہ

محمد بشیر متخصص فی تعلیم اللغة العربية لغير العرب

۱۔علم صرف کے تعلیمی مقاصد:

علم صرف کی صحیح اور مؤثر تدریس کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اس کی تدریس کے تعلیمی مقاصد اور فوائد کو متعین کریں اور انہیں سمجھ لیں۔اور پھر تدریسی عمل کو صحیح سمت میں جاری رکھتے ہوئے اسے ایسے انداز سے مکمل کریں کہ اس کے تمام مقاصد پورے ہوں اور ان میں سے کسی اہم مقصد کو نظر انداز نہ کیا جائے اور ان میں افراط اور تفریط نہ ہو۔اس فن کے بنیادی تعلیمی مقاصد یہ ہیں:

۱۔ زیر تدریس عربی افعال کے معنی اور ماضی،مضارع،مصدر کی تعلیم۔
۲۔ مقررہ افعال اور اسماء کی مکمل گردانوں کی تعلیم۔
۳۔ ان فعلوں کے اہل زبان کے ہاں مشہور محاوروں اور استعمالات کا تعارف۔
۴۔ ان افعال واسماء کے استعمالات کو لکھنے بولنے اور پڑھنے کی زبانی اور تحریری تربیت۔

۲۔ صحیح طریقہ تدریس:

اولاً: زیر تعلیم بچوں کو جو فعل پڑھایا جا رہا ہے سب سے پہلے انہیں اس کا معنی بتایا جائے،پھر اس کے مشہور محاوروں اور استعمالات کو مثالوں سے واضح کیا جائے،تاکہ وہ اس فعل کی اہمیت،حقیقت اور تعلیمی مقصد سے واقف ہو کر اسے شوق اور بصیرت سے پڑھیں۔

ثانیاً: پھر انہیں اس فعل کی گردانوں کو پڑھایا جائے۔

ثالثاً: اس کے بعد انہیں اسکے مختلف افعال اور مشتق اسماء کے روزمرہ محاوروں اور مشہور استعمالات کی زبانی اور تحریری مشقیں حل کرائی جائیں۔معلم انہیں پہلے ان مشقوں کو زبانی حل کراتے ہوئے انکی اغلاط کی مناسب تصحیح کرائے،اس کے بعد بچے انہیں کاپیوں میں لکھ کر لائیں گے۔ یہاں میں معلمین کی راہنمائی کے لیے ان اصولوں کے مطابق باب افعال اور باب تفعیل کی تدریس کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۳۔باب اِفعال کی تدریس کی مثال:

أَفْعَلَ يُفْعِلُ إِفْعَالاً مثل أَكْرَمَ يُكْرِمُ إِكْرَاماً عزت کرنا

يا بُنَيَّ، أكرِمْ مُعَلِّمَكَ۔
بیٹے،اپنے استاد کا احترام کرو۔
يا بِنْتِي، أكرِمي مُعَلِّمَتَكِ۔
بیٹی،اپنی معلّمہ کا احترام کرو۔
أكرِم والدَيكَ وأطِعْهما۔
اپنے والدین کی عزت کرو اور ان کی بات مانو۔
يا خالد، لا تُكرِمِ الأشرَارَ۔
خالد!شریروں کی عزت افزائی نہ کرو۔
إكرامُ الضُّيُوف واجبُنا۔
مہمانوں کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔
الطالبُ المُجتَهِد مُكرَمٌ۔
محنتی طالبعلم کی عزت ہوتی ہے۔

زائد حروف: اس باب کے شروع میں ایک ہمزہ(أ) زائد ہوتا ہے۔

صَرف صغیر فعل ثلاثی مزید فیہ صحیح از باب افعال:

أَكْرَمَ يُكْرِمُ إِكْرَاماً، فهو مُكْرِمٌ، وأُكْرِمَ يُكْرَمُ إِكْرَاماً، فذاك مُكْرَمٌ، لَا يُكْرِمُ لَا يُكْرَمُ۔ الخ

تمام گردانوں کو مکمل یاد کرایا جائے۔

تمرين ۱

ضع الفعل الماضي (أَكْرَمَ) في الفراغات مسندا إلى

ضمير مناسب:

١- ...... خالد أباه۔ ٢- ...... خالد أمه۔

٣- ...... خالدة أباها۔ ٤- ...... خالد أمها۔

٥- أنا ...... معلمي۔ ٦- الأولاد ...... الضيوف۔

٧- الطلاب ...... المعلم۔ ٨- الطالبات ...... المعلمة۔

٩- نحن ...... معلمنا۔ ١٠- نحن ...... ضيوفنا۔

تمرين ٢

املأ فراغات الجمل الآتية بوضع الفعل المضارع (يُكْرِمُ) مسندا إلى ضمير مناسب:

١- خالد ...... والديه۔ ٢- فاطمة ...... والدَيها۔

٣- هُما ...... والدَيهما۔ ٤- هُم ...... والدَيهم۔

٥- هُنَّ ...... أقَاربَهُنَّ۔ ٦- أنتِ ...... معلِّمِيكِ۔

٧- أنتِ ...... أقَارِبَكِ۔ ٨- أنتُما ...... زُملائكُما۔

٩- أنتُم ...... أصدِقائكُم۔ ١٠- أنتُنَّ ...... صَديقاتِكُنَّ۔

تمرين ٣

املأ فراغات الجمل الآتية بوضع فعل الأمر (أَكْرِمْ) مسندا إلى ضمائر مناسبة:

١- يا ولدي .... أُمَّكَ۔

٢- يا أخي .... والدَيكَ۔

٣- يا فاطمة .... خالَتَكِ۔

٤- يا إخواني .... معلِّمِيكُمْ۔

٥- يا محمود .... زُملائَكَ۔

٦- يا خولة .... زَميلاتِكِ۔

٧- يا إخواني .... أقاربَكُم۔

٨- يا أخواتي .... الأقارِبَ۔

تمرين ٤

املأ الفراغ فيما يلي بوضع صيغة مناسبة من فعل النهي (لَا تُكْرِمْ):

١- يا بُنَيّ .... الأشرارَ۔

٢- يا أخي .... المُشركينَ۔

٣- يا إخواني .... المنَافقينَ۔

٤- يا أختي .... الخَائِنِينَ۔

٥- يا أخواتي .... المُشرِكاتِ۔

٦- يا محمود .... المُفسِدِيْنَ۔

الكريم واللئيم

قَالَ الشَّاعِرُ أبو الطَّيِّبِ المُتَنَبِّي:

إِذَا أَنْتَ أَكْرَمْتَ الْكَرِيْمَ مَلَكْتَهُ
وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ اللَّئِيْمَ تَمَرَّدَا

نتیجہ:

اس طریقہ تدریس سے زیر تعلیم طلبہ وطالبات پہلے فعل أَكْرَمَ يُكْرِمُ کے معنی اور اس کے مختلف استعمالات سے مکمل واقفیت حاصل کرتے ہیں، اور پھر اس کے مختلف فعلوں (أَكْرَمَ يُكْرِمُ، أَكْرِمْ لَا تُكْرِمْ) کو34 ایسے عربی جملوں میں استعمال کی زبانی اور تحریری مشق کرتے ہیں جن کا ان کے اپنے ماحول (گھر، خاندان، درسگاہ اور معاشرہ) سے گہرا تعلق ہے۔ نیز عربی زبان کے ایک عمدہ اور مشہور شعر کو معنی سمیت یاد کر لیتے ہیں۔

٤۔ باب تفعیل کی تدریس کی مثال:

فَعَّلَ يُفَعِّلُ تَفْعِيلاً مثل عَلَّمَ يُعَلِّمُ تَعْلِيمًا

سکھانا، تعلیم دینا۔

الشيخ محمود يُعَلِّمُنا العقيدة الإسلامية۔

مولانا محمود ہمیں اسلامی عقیدہ سکھاتے ہیں۔

ومَن يُعَلِّمُكُمْ النحوَ؟۔

اور آپ کو نحو کون پڑھاتا ہے؟

الأستاذ خالد حيات يُعَلِّمُنَا الصَّرفَ والنحوَ۔

ہمیں پروفیسر خالد حیات صرف ونحو سکھاتے ہیں۔

أَبِيْ عَلَّمَنِيْ القرآنَ الكريمَ.

مجھے قرآن کریم کی تعلیم والد صاحب نے دی،

وأُمِّيْ عَلَّمَتْنِيْ اللغةَ العربيةَ الأساسيةَ۔
اوروالدہ صاحبہ نے مجھے بنیادی عربی سکھائی۔
زائدحروف: اس باب کے درمیان میں ایک ع زائد ہوتی ہے۔

صرف صغیر فعل ثلاثی مزید فیہ صحیح از باب تفعیل

عَلَّمَ يُعَلِّمُ تَعْلِيْمًا، فهو مُعَلِّمٌ۔ وعُلِّمَ يُعَلَّمُ تَعْلِيْمًا، فذاك مُعَلَّمٌ، لَا يُعَلِّمُ لَا يُعَلَّمُ الخ۔
تمام گردانوں کومکمل یادکرایا جائے۔

تمرين ۱

املأ الفراغ فيما يلي بوضع الفعل المضارع (يُعَلِّمُنَا) مسندا إلى ضمير مناسب:
مَدرَستُنا اسمها .... ويقُومُ بتعليمِنا وتربيتِنا فيها عَشرةُ مُعَلِّمِينَ۔
۱۔ فالشيخ عبد الحميد يُعَلِّمُنَا القرآن الكريم وتفسيره۔
۲۔ و .... محمود حسن .... العقيدةَ الإسلاميةَ۔
۳۔ و .... حسن على .... الحديثَ النبويَّ۔
۴۔ و .... عبد الكريم .... الفقهَ۔
۵۔ و .... حسين حمزة .... اللُّغةَ العربيةَ۔
۶۔ و .... خالد .... الصَّرفَ والنحوَ۔
۷۔ و .... عبدالرحمن .... الأدبَ والبلاغةَ۔
۸۔ و ...... المعلم عبيد الرحمن ...... اللُّغةَ الإنجلِيزِيَّةَ۔
۹۔ و .... عبدالخالق .... الرياضيات۔
۱۰۔ و ...... محمد أكرم .... اللُّغةَ الأُردِيَّةَ۔

(للطالبات)

املئى الفراغات فيما يلى بوضع كلمة مناسبة:
مَدرَستُنا اسمها .... وتَقُومُ بتعليمِنا وتربيتِنا فيها عَشرُ مُعَلِّمَاتٍ۔
۱۔ فالمُعلِّمَة زينت تُعَلِّمُنَا تفسير القرآن الكريم۔
۲۔ و .... صفية .... الحديثَ الشريفَ۔
۳۔ و .... خولة .... العقيدةَ الإسلاميةَ۔
۴۔ و .... خالدةُ .... الفقهَ۔
۵۔ و ...... نسرين .... العقيدةَ والتَّاريخَ الإسلامِيَّ۔
۶۔ و .... أَمَةَ الله .... اللُّغةَ العربيةَ۔
۷۔ و .... بُشرى .... الإنشاءَ والبلاغةَ۔
۸۔ و .... نازية .... الصَّرفَ والنحوَ۔
۹۔ و .... عبيدة .... اللُّغةَ الإنجلِيزِيَّةَ۔
۱۰۔ و .... شاهدة .... الرِّيَاضيَّاتِ۔

تمرين ۲

أجب عما يأتى مشافَهَةً وكِتَابةً:
۱۔ ما اسم مدرستكم؟ وأين هى؟
۲۔ كم مُدَرِّسًا يقومون بالتعليم والتربية فيها؟
۳۔ من يعلمكم تجويد القرآن الكريم؟
۴۔ ومن يعلّمكم الحديث والفقه؟
۵۔ ومن يعلمكم الصرفَ والنحو؟
۶۔ ومن يعلمكم اللغة العربية؟
۷۔ ومن يعلمكم الأدب والبلاغة؟
۸۔ ومن يعلمكم الرياضيات واللغة الإنجليزية؟
۹۔ ومن يعلمكم اللغة الأردية؟
۱۰۔ ومن يعلمكم الكيمياء والفيزياء؟

تمرين ۳

ضع صيغة مناسبة من اسم الفاعل (مُعَلِّم) فى الفراغ:
۱۔ هو ....۔ ۲۔ هما ....۔
۳۔ هم ....۔ ۴۔ هى ....۔
۵۔ هما ....۔ ۶۔ هُنَّ ....۔
۷۔ أنتُنَّ .... الرياضيات۔

٨۔ أنا .... القرآن الكريم۔

٩۔ أنتَ .... اللغة العربية۔

١٠۔ أنتما .... التاريخ۔

١١۔ أنتم .... العلوم۔

١٢۔ أنتِ .... اللغة الأردية۔

١٣۔ أنتما .... تجويد القرآن الكريم۔

١٤۔ خالي .... تجويد القرآن الكريم۔

نتیجہ:

جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اس طریقہ تدریس سے زیرِتعلیم طلبہ وطالبات پہلے فعل عَــلَّـمَ يُـعَـلِّـمُ کے معنی اور مشہور استعمالات سے واقف ہوتے ہیں اور اس کے بعد اس کی مکمل گردانیں پڑھتے اور یاد کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے مختلف افعال کو ایسے مختلف جملوں میں استعمال کرنے کی پہلے زبانی اور پھر تحریری مشق کرتے ہیں جو بچوں کے ماحول، تعلیم اور درسگاہ سے متعلق ہیں۔ یوں انہیں علم صرف کی معلومات کو سمجھنے اور یاد کرنے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو سننے پڑھنے اور لکھنے بولنے کی بہت اچھی مشق ہوتی جاتی ہے۔

نوٹ: جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے میں نے بـاب تفعيل کی تدریس کے لیے مشہور فعل صَـرَّفَ کے بجائے عَـلَّمَ کا انتخاب کیا ہے کہ یہ فعل عربی میں کثیر الاستعمال ہے اور اس کے استعمالات کا بچوں کے اپنے مشاغل، ماحول اور درسگاہ سے زیادہ گہرا تعلق ہے۔

۵۔ اس جامع اور صحیح طریقہ تدریس کے فوائد:

① ......علم صرف کی جامع اور عملی تعلیم:

اس طریقہ تدریس میں علم صرف کی ایسی صحیح اور جامع تعلیم دی جاتی ہے کہ زیرِتعلیم بچے مشتق افعال اور اسماء کی مکمل گردانوں کو پڑھنے اور یاد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے الفاظ کے استعمالات کو بھی سیکھتے ہیں۔

② ......عربی زبان کو لکھنے اور بولنے کی تربیت:

ان دو ابواب کی عربی مشقوں پر غور کریں اور دیکھیں کہ زیرِتعلیم بچے کس طرح عربی الفاظ اور جملوں کا اردو ترجمہ کیے بغیر انہیں آسانی سے سمجھتے، پڑھتے اور لکھتے بولتے ہیں۔ یوں انہیں عربی زبان کی چاروں مہارتوں کی مؤثر تربیت دیتے ہوئے ان میں عربی کا صحیح اور عمدہ ذوق پیدا کیا جا رہا ہے۔

③ ......وسیع عربی ذخیرہ لغت کی تعلیم:

نیز ان دو ابواب کی مشقوں کے زبانی اور تحریری حل کے دوران جب بچے عربی زبان کے طرح طرح کے الفاظ، تراکیب اور جملوں کو لکھتے اور بولتے ہیں تو وہ اس کے وسیع ذخیرہ الفاظ سے متعارف ہوتے ہیں جن کا ان کے گھر، درسگاہ اور معاشرے سے گہرا تعلق ہے، اور ان کے استعمالات کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔

④ ......علم صرف کو دلچسپ اور پرکشش بنایا گیا ہے:

ان متعدد اور اہم فوائد کی بنا پر اس طریقۂ تدریس میں علم صرف نہایت مفید اور پرکشش مضمون بن گیا ہے اور اب بچے اس سے بور نہیں ہوتے بلکہ شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور رفتہ رفتہ عربی زبان کا عمدہ ذوق حاصل کر لیتے ہیں۔

٦۔ اس مضمون کی تدریس عربی زبان میں کی جائے:

عصر حاضر میں ہماری ایک بنیادی ضرورت اور تقاضا یہ ہے کہ ہمارے معلمین اور طلبہ بنیادی عربی زبان روانی سے بول لکھ سکتے ہوں۔ انہیں ایسی مشق اور تربیت کا بہترین موقع صَرف ونحو کے اسباق کی تدریس کے دوران میسر ہوتا ہے کہ اس فن کی تدریس کے دوران ہی اس کے اساسی مقصد یعنی عربی الفاظ اور جملوں کو صحت کے ساتھ پڑھنے، بولنے اور لکھنے کی خوب مشق کریں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس موقع پر آپس میں گفتگو اور سوال وجواب عربی میں کریں۔ ابتدا میں انہیں کچھ دقت ہوگی لیکن مسلسل محنت اور مشق کے بعد انہیں ایسی اچھی کامیابی حاصل ہوگی جو ان کی ترقی کا باعث بنے گی۔ مَــن جـد وجـد۔ اس مشق میں ہمارا رسالہ كـلـمـات مستعملة في بيئة مدرسية مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ معلمین اور طلبہ اور معلمات وطالبات کیلئے الگ الگ ایڈیشنوں میں دستیاب ہے۔ اس مشق اور تربیت کو علم نحو اور علم صَرف کے تمام اسباق کی تدریس کے دوران جاری رکھا جائے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے الصرف الجمیل الجزء الاول والثانی اور اساس الصرف الجزء الاول والثانی والثالث)

تمباکونوشی کے بارے میں شرعی حکم

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

یہ مرض اتنا عام ہوگیا ہے کہ اپنے مفاسد اور نقصانات کے لحاظ سے شراب سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ واضح رہے کہ تمباکو نوشی سراپا نقصان دہ ہے۔ اس کے استعمال میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کچھ وقت کے لیے دماغ کو سن کر دیتا ہے، جس کو پینے والا سمجھتا ہے کہ مجھے تسکین حاصل ہوگئی ہے اور قوت عمل میں اضافہ ہوا ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے۔ پہلے تمہیدی طور پر قرآنی آیات اور احادیث پیش کی جاتی ہیں:

آیت نمبر ①:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

اس میں شک نہیں کہ تمباکو اپنے دھوئیں اور بدبو کی وجہ سے خبائث میں شامل ہے۔

آیت نمبر ②:

﴿ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة: ۱۹۵]

یعنی ''خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان نہ کرو۔''

یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے تمباکو نوش حضرات پر پوری طرح چسپاں ہے۔

آیت نمبر ③:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ ﴾

''تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔'' [النساء: ۲۹]

اصل حقیقت یہ ہے کہ تمباکو نوشی سے انسان خود اپنے آپ زندہ درگور ہو جاتا ہے۔

اب احادیث پیش کی جاتی ہیں:

حدیث نمبر ①:

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ . [صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى]

''رسول اللہ ﷺ نے مال کے ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

تمباکو نوشی سے نہ تو جسم کو آسودگی حاصل ہوتی ہے اور نہ بھوک سے بے نیازی۔

حدیث نمبر ②:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ .

[سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب النهي عن المسكر، قال الحافظ العراقي اسناده صحيح]

تمباکو نوش اگر مسکر نہیں ہے تو مفتر ضرور ہے یعنی اس سے دماغ میں فتور آتا ہے، خاص کر ایسا شخص جو پہلی دفعہ دو چار کش لگائے گا تو دماغ چکرائے گا اور ہوش وحواس بے قابو ہو جائیں گے۔

علمائے حنفیہ میں سے شیخ محمد عینی نے اپنے رسالہ ''تحریم التدخین'' میں شراب کے حرام ہونے کی چار وجوہ لکھی ہیں:

۱: صحت کے لیے مضر ہے۔

۲: تمام قابل اعتماد اطباء کا یہی فیصلہ ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی چیز حرام قرار پائے گی۔ یہ دماغ کو سن کرنے والی ہے، اس سے دماغ میں فتور پیدا ہوتا ہے۔ اس پر بھی تمام اطباء کا اتفاق ہے۔

۳: اس کی ناپسند بو سے لوگوں کو ایذاء پہنچتی ہے۔ خاص کر جو

نمازی سگریٹ یا حقہ پینے کے بعد جلدی جلدی کلی کر کے مسجد میں آتے ہیں۔ ان کی بدبو سے نہ دوسرے نمازی محفوظ رہتے ہیں اور نہ محترم فرشتے۔ بخاری مسلم کی روایت ہے کہ

''جس نے پیاز، لہسن کھایا ہو وہ ہماری مسجد سے دُور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔''

وجہ اس کی یہ ہے کہ کچے لہسن پیاز کھانے سے ایک قسم کی بو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس بات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ تمبا کو نوشی اور حقہ نوشی لہسن پیاز سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی بدبودار ہے۔

۴: یہ مسرفانہ عمل ہے بلکہ تبذیر ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔

ابوالحسن مصری حنفی لکھتے ہیں:

الآثار النقلية الصحيحة والدلائل العقلية الصريحة تُعلن بتحريم الدخان .

''صحیح نقلی اور صریح عقلی دلائل کی رو سے تمبا کو نوشی حرام ہے۔''

ان تفصیلات کے بعد بھی اگر کوئی شخص تمبا کو نوشی پر اصرار کرتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ تو صغیرہ گناہ ہے، دو چار کش لگانے میں کیا حرج ہے؟ لیکن اصل بات یہ ہے کہ صغیرہ گناہ، گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جب کہ اسی پر اصرار کیا جائے اور شریعت کے معاملات میں لاپرواہی برتی جائے۔

علامہ شیخ خالد بن احمد، جن کا تعلق فقہائے مالکیہ میں سے ہے، لکھتے ہیں:

تمبا کو نوش شخص کے پیچھے اقتداء جائز نہیں اور نہ اس کی تجارت جائز قرار دی جا سکتی ہے۔''

مندرجہ ذیل علماء نے تمبا کو نوشی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

۱: شیخ احمد سنھوری حنبلی

۲: ابراہیم لقانی، شیخ المالکیہ

۳: علمائے مغرب میں سے ابوالغیث القشاشی المالکی

۴: علمائے دمشق میں سے النجم الغزی العامری الشافعی

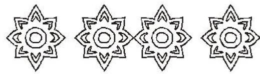
۵: علمائے یمن میں سے ابراہیم بن جمعان ان کے شاگرد ابوبکر الاھدال

۶: علمائے حرمین میں سے محقق عظیم عبدالملک عصامی اور ان کے شاگرد علامہ محمد

۷: ترکستانی علاقے کے علماء میں سے شیخ محمد خواجہ، عیسیٰ شہاوی، مکی بن فرخ اور حسین سعد البخاری المدنی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ﴾ [الزمر: ۱۷، ۱۸]



مضمون نگار حضرات سے گزارش

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے مضامین نگار حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ وہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

① ...... مضمون کاغذ کے ایک طرف اور خوش خط تحریر فرمائیں۔

② ...... مضمون صاف ستھرا لکھا ہوا اور اصل مسودہ ہونا چاہیے۔ فوٹو کاپی بھیجنے سے گریز کریں۔

③ ...... جو مضمون الاعتصام کے لیے ارسال فرمائیں دیگر جرائد میں اسے نہ بھیجیں۔

④ ...... مضمون بامقصد، باحوالہ اور مدلل ہونا چاہیے۔

⑤ ...... مضمون حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔

امید ہے مضامین نگار دفتر الاعتصام سے مکمل تعاون کریں گے۔

جزاكم الله تعالى .

[ادارہ الاعتصام]

اصلاحِ معاشرہ

غیر مسلموں کی تقلید اور مسلمان خواتین

علامہ محمد طیب (ایم اے اسلامیات، عربی، اردو)

اللہ ربّ العزت نے دین اسلام میں عورتوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ کیوں کہ ایک عورت کی وجہ سے پورا گھرانہ راہِ راست پر آ سکتا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں عورت کی دین اسلام سے آ گاہی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لاعلمی کی وجہ سے عورتیں، بے حیائی، بے پردگی اور فحاشی جیسے خطرناک گناہوں میں مردوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ موجودہ معاشرے میں عورتوں میں بڑی برائیاں بے پردگی اور فحاشی ہیں۔ عورتیں بغیر پردے کے بازاروں، دفتروں، ہسپتالوں اور بینکوں میں موجود ہیں۔ آج عورتیں کرکٹ کے میدانوں اور میرج ہالوں میں بھی موجود ہیں اور ہندو عورتوں کی نقالی کر رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم . [ابوداؤد، رقم: ٤٠٣١]

''جو کوئی دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انھی میں سے ہوگا۔''

شادی بیاہ کی رسومات مہندی، مایوں، ابٹن، جہیز، بری، بارات، گانا بجانا، بسنت کا تہوار اور ویلن ٹائن ڈے کیا یہ ہندوؤں کی رسمیں نہیں ہیں؟ اور کیا یہ ہندوؤں کی نقالی نہیں ہے؟ آج مسلمان عورتیں بے پردہ ہو کر ہوٹلوں اور بازاروں میں پھرتی ہیں بغیر کسی مجبوری کے شوقیہ ملازمت کرتی ہیں۔ کرکٹ کے میدانوں میں جاتی ہیں، جہاں درمیانی نشستیں عورتوں کے لیے مخصوص کر دی جاتی ہیں (تا کہ ارد گرد والے بھی نظارہ کر سکیں۔)

ہمارے ملک پاکستان میں یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہندوؤں کی تمام رسمیں دہرائی جاتی ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر منائی جاتی ہیں۔ بسنت کا تہوار ہندوؤں سے بڑھ کر مناتے ہیں۔ مرد و زن، زرد مخصوص لباس ہیں پہنتے ہیں، زیادہ نمایاں خواتین ہوتی ہیں۔ ہندوؤں کا لباس زیب تن کرنا، دعوت نامے بھیجنا، تحفے بھیجنا کیا یہ ہندوؤں کی نقالی نہیں ہے؟ اگر کوئی منع کرے تو جواز پیش کرتی ہیں۔ حدیث نبی ﷺ ہے:

''تحفے بھیجو، آپس میں محبت بڑھتی ہے۔''

کیا یہ دین اسلام کے بارے میں لاعلمی اور کم عقلی نہیں ہے؟

کیا یہ دین اسلام سے ناآشنائی نہیں ہے؟

کہ غیر مسلموں کے مذہبی تہوار کو عقیدت اور جوش وخروش سے منایا جائے۔

بسنت والے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ بسنت کے بعد اخبارات خبروں سے بھرے ہوتے ہیں کہ پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی تیسری منزل سے پتنگ بازی کرتے ہوئے گر کر ہلاک ہو گیا ہے، یا پتنگ اتارنے کے لیے لڑکے بجلی کی تاروں پر چڑھنے سے کرنٹ لگنے سے مر گئے۔ اللہ تبارک وتعالی انہیں اس دنیا میں اپنے کیے کی سزا دیتے ہیں لیکن ان میں اتنا شعور بھی نہیں ہوتا کہ وہ سمجھ سکیں کہ یہ اپنے کیے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے پکڑ ہے۔ انہیں یہ یاد ہی نہیں رہتا کہ یہ غیر مسلموں کی نقالی ہے جو اسلام میں منع ہے۔

قرآن ہمیں پردے کا حکم دیتا ہے۔ نامحرم کے سامنے سجنے سنورنے اور بے پردہ ہونے سے منع کرتا ہے جیسے کہ قرآنِ مجید میں سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلی جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔'' [الاحزاب: ۳۳]

ادھر قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑو لیکن آج موجودہ معاشرے میں اسلامی ملک میں اس کے برعکس کام ہو رہا ہے۔ ہر طرف آزادی نسواں، آزادی نسواں کے نعرے لگ رہے ہیں اور یہ شیطانی چیلے امریکا اور انڈیا والے آزادی نسواں کا فتنہ نکالنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سب گمراہ ہیں۔ سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو جو کوئی اس کی پیروی کرے گا وہ گمراہ ہوگا، اس لیے کہ شیطان تو بے حیائی اور برائی کے کام کرنے کو کہے گا۔''[النور: ۲۱]

اب اس موجودہ معاشرے میں عورت کی عقل ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھائے کہ یہ آزادی نسواں ہے یا عذابِ نسواں......؟

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور حسیں معذور حسیں مردان خرد مند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرد کا گلو بند؟

اللہ نے عورت کو گھر کی ملکیت سونپی ہے۔ گھر کا حکمران بنایا ہے۔ لیکن یہ شیطان صفت امریکا اور انڈیا اور اسرائیل والے عورت کو لاچار اور بے آسرا ظاہر کر کے گھروں سے باہر نکال رہے ہیں۔ پھر عورت شمع خانہ بننے کی بجائے شمع محفل بن جاتی ہے۔ وہ عورت جو کل تک عزت وعصمت کا پیکر تھی وہ آج تباہی وبربادی کا محور ہے، جو کل اسلامی تہذیب کا چلتا پھرتا نمونہ تھی وہ اسلام کی حدود کو توڑ چکی ہے، کیا یہ مغربی روش نہیں ہے۔

کل تک جنہیں نہ چھو سکتی تھی فرشتوں کی نظر
آج وہ رونق بازار نظر آتی ہے

کیا یہ شیطانی چال نہیں ہے کہ عورت حکومت کرے۔ پھر کچھ عورتیں، بینکوں، دفتروں میں سیکرٹری کی نشست سنبھال کر خود کو حکمران تصور کرتی ہیں۔ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔ میرج ہالوں کی زینت بنتی ہیں۔ دینی مدارس میں جانے کی بجائے سینما گھروں اور بیوٹی پارلروں میں جاتی ہیں۔ جہاں انہیں پہلے تو عزت دی جاتی ہے پھر طرح طرح سے انہیں تنگ کیا جاتا۔ چاہے وہ دفتروں میں ہوں یا کسی سفر میں، فل میوزک، ہوٹنگ کے علاوہ فقرے کسے جاتے ہیں۔ اس میں سراسر قصور عورتوں کا ہے، اس کی دو وجہ ہیں:

۱: بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلنا، اور
۲: میک اپ اور خوشبو میں ڈوبا ہونا۔

قرآنِ پاک میں سورۃ الاحزاب میں ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ [الاحزاب: ۵۹]

''اے نبیؐ کہہ دیجیے اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہ وہ اوڑھنیوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں۔ اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس سے انہیں ستایا نہ جائے گا۔''

اور دوسرے میک اپ سے اٹے چہرے اور تیز خوشبو کا استعمال۔ اگر انہیں نہ بھی ستایا جائے تو بھی ان کے لیے گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث نبی ﷺ ہے:

''جو عورت خوشبو لگا کر نامحرم مردوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو پالیں، بدکار عورت ہے۔''[الحدیث]

اور یاد رکھنا یہ جو مغرب والے اپنی نقالی میں تمہیں دوستی، محبت، آزادی نسواں اور روشن خیالی کا سبق دے رہے ہیں۔ یہ سب دھوکا، جھوٹ اور مکر وفریب ہے۔ سوچ لو!

دے رہے ہیں جو لوگ تمہیں رفاقت کا فریب
ان کی تاریخ پڑھو گے تو دہل جاؤ گے

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نیک کام کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور گمراہیوں سے نکال لائے اور جو مسلمان بہنیں اس فتنہ پروری میں جہالت کے اندھے پن میں ہیں، جہالت کی گمراہیوں میں اور مغرب کی تقلید میں اندھی ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر انہیں اور باقی مسلمانوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

خاتم النّبیین کا مفہوم اور قادیانی شبہ کا ازالہ

عطا محمد جنجوعہ

اللہ سبحانہ کی عبادت اور اطاعت رسول ﷺ سے ولایت کا مقام بھی اگر مل جائے تو زہے نصیب! لیکن نبوت،

این خیال است ومحال است وجنوں

کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انبیائے کرام کو خود مبعوث کرتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ اللہ ذوالجلال کے آخری نبی ہیں۔ اُن کے بعد تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے خواہ کتنا ارفع مقام کا حامل انسان ہو، یا اعلیٰ خاندان ونسل سے تعلق رکھتا ہو اُسے مرحوم ومغفور کہنے پر بھی بعض علماء کو تامل ہے لیکن اُسے معصوم عن الخطا نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ اللہ کا فرستادہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر انبیائے کرام پر آتا تھا۔ خاتم النّبیین ﷺ پر اُس وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾ [البقرہ: ٤]

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کی صفت بیان کی ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ سے قبل نازل ہونے والی وحی پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں بعدہٗ کا تذکرہ نہیں۔

عرب تہذیب وتمدن میں یہ رسم تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو منہ بولا بیٹا کہہ دیتا تو متبنی کو حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہوجاتے اور متبنی بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا تھا چوں کہ خاتم النّبیین محمد ﷺ نے ہر قسم کی رسم جہالت کا خاتمہ کرنا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے متبنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ جب لوگوں نے چہ مہ گوئیاں کیں تو اللہ سبحانہ نے آیت نازل فرمائی:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾

''نہیں ہیں محمد کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''[الاحزاب: ٤٠]

نبی کریم ﷺ کے حقیقی بیٹے کم سنی میں فوت ہوگئے۔ وہ رجال کی حد میں داخل نہیں تھے اس لیے اللہ سبحانہ نے رجال کے نسبی باپ ہونے کی نفی کر دی۔ لیکن اس امر کی وضاحت کر دی کہ وہ تمہارے مردوں عورتوں کے لیے رسول کی حیثیت سے روحانی باپ ہیں اور اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ وہ انبیائے کرام کے سلسلہ کو ختم کرانے والے خاتم النّبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم الرسل نہیں کہا۔ کیوں کہ نبی اور رسول میں فرق ہے۔ نبی اُس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی ہدایت کے لیے اپنے وحی سے مشرف فرما دیں۔ خواہ اُس کو کتاب وشریعت تفویض کریں یا پہلے سے کسی نبی کی شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہوں۔ لیکن رسول خاص اُس نبی کے لیے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب وشریعت دی گئی ہو۔ ختم الرسل اس لیے نہیں کہا گیا کہ اس القاب سے نبی کی آمد کی گنجائش مل سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو خاتم النّبیین کے لقب سے نوازا اور وضاحت کر دی کہ ہر قسم کی نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث

نہیں ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبی نوع انسان کی ہدایت کے لیے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے وہ مخصوص قوم اور محدود مدت کے لیے تشریف لائے۔ مثلاً قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ حضرت ہود کو قوم عاد کی طرف بھیجا۔ اہل مدین کی طرف حضرت شعیب تشریف لائے اسی طرح بنی اسرائیل قوم کی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے کئی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے۔

مذکورہ انبیائے کرام میں سے بعض پر کتب وصحائف نازل ہوئے اللہ سبحانہ نے اُن میں سے کسی کا حفاظت کا وعدہ نہیں کیا حکمت خداوندی سے وہ زمانے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت کھو بیٹھے حتیٰ کہ اُن کی زبانیں معدوم ہوگئیں۔ عالمی حالات وواقعات میں تدریجی وترقی کا عمل جاری رہا۔ تو اقوام عالم کو ملی وحدت اور رشد وہدایت کے لیے مرکز ومحور کی ضرورت محسوس ہوئی تو ربّ العالمین نے سیّد الکونین ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا۔

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [الانبياء: ١٠٧]

''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ پر جو عالمی ضابطہ حیات نازل کیا اس کے بارے فرمایا:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [ص: ٨٧]

''یہ تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہے۔''

اللہ نے ملی وحدت کے لیے مرکز ہدایت مسجد حرام کے بارے واضح فرمادیا:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [آل عمران: ٩٦]

''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت وہدایت والا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ حکیم کے متعدد مقامات میں وضاحت کردی کہ خاتم النّبیین ﷺ کو پوری انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا۔ مخبر صادق ﷺ نے امت کو خبردار کردیا:

((لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ .)) [جامع ترمذی: ٣٦٨٦]

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

دوسرے مقام پر وضاحت سے فرمایا:

((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْاَنبياءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوْا فَمَا تَامُرُنَا قَالَ فَوابَيْعَتَه الاوَّلِ . فالاوّل))

[صحيح البخاری: ٣٤٥٥]

''بنی اسرائیل کی حکومت ان کے انبیاء علیہم السلام چلاتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوجاتی۔ تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور کثیر تعداد میں ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ان کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو اور پھر یکے بعد دیگرے کی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت محمد خاتم النّبیین ﷺ کو مبعوث کرکے ہر قسم کی نبوت ورسالت کو ختم کردیا۔

خاتم کا دوسرا معنی ''مہر'' بھی ہے۔ پہلے دور میں بادشاہ دوسری ریاستوں کے حکمرانوں کو یا اپنے گورنروں کو جو مراسلہ جاری کرتا تھا۔ وہ آزاد کاغذ کے لفافہ یا چمڑے کی تھیلی میں رکھ کر سر بمہر کردیا جاتا تھا تاکہ رستہ میں کوئی اس میں ردّ وبدل نہ کرسکے۔ موجودہ دور میں بھی ڈاکخانہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ رقم اور منی آرڈر فارم کو چمڑے کے بیگ

میں رکھ کر سربمہر کیا جاتا۔ یہ بعدازاں اس بیگ اور دیگر......کو کپڑے کے تھیلے میں بند کر کے مہر لگائی جاتی ہے تاکہ رستہ میں کوئی ہیرا پھیری نہ ہوسکے۔

الیکشن ریٹرننگ آفیسر اس قسم کی مہر الیکشن کے دن پریذائڈنگ آفیسر کومہیا کرتے ہیں۔ وہ ریزلٹ شیٹ تیار لفافہ میں بند کرنے کے بعد مہر لگاتے ہیں۔اس مہر کی مزید وضاحت کرتا ہوں۔ ڈرگ انسپکٹر میڈیکل سٹور کو قانونی خلاف ورزی کی صورت میں دروازہ کے تالہ پر لاکھ پگھلا کر مہر لگادیتے ہیں تاکہ کوئی دروازہ کھول کر اندر نہ جاسکے۔

خاتم کا معنی مہر کریں تو اس کا مطلب اس طرح ہوا کہ اللہ نے حضرت محمد خاتم النّبیین کومبعوث فرما کر نبیوں کی آمد کے سلسلہ پر مہر لگا دی۔اب کوئی نیا نبی اس میں داخل نہیں ہوسکتا جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دجال ہے جوشخص اس پر ایمان لے آئے وہ کافر ہے اور جو اس سے نبوت کی دلیل طلب کرے گا وہ جاہل اور گمراہ ہوگا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد برصغیر پاک وہند میں مغلیہ خاندان کا اقتدار زوال پذیر ہوگیا۔لیکن انگریزوں کو ہندوستان بھر میں مجاہدین کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد کو کیسے ختم کیا جائے۔ چناں چہ اُن کے مذہبی وسیاسی تھنک ٹینک نے ہندوستان کا دورہ کرنے کے بعد تجزیاتی رپورٹ میں لکھا۔ چوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی راہ نماؤں کی اندھی پیروی کرتی ہے۔ اگر ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو اُس شخص کو نبوت کو حکومتی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لیے کام میں لایا جاسکتا ہے۔

اُس وقت مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں معمولی ملازم تھا۔ سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے نے مرزا سے رابطہ کیا۔ خفیہ ملاقاتیں ہوتی رہیں نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا استعفیٰ دے کر قادیان آ گیا۔

(تفصیل کے لیے آغا شورش کاشمیری مرحوم کی کتاب تحریک ختم نبوت کا مطالعہ کریں۔) انگریزوں نے مرزا قادیانی کو مسلمانوں میں معروف کرنے کے لیے پادریوں سے بحث ومباحثہ اور مکالمہ کا ڈھونگ رچایا۔ مرزا نے یکے بعد دیگرے مجتہد، مہدی، مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا بعدازاں نبوت کا دعویٰ کردیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو خاتم النّبیین کی انوکھی تاویل کی۔''وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ اللہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہ ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔''

[حقیقه الوحی، ص: ۲۷،۲۸]

مرزا قادیانی خاتم سے مراد ڈاکخانہ کی وہ''مہر'' ہوتا ہے جو عام خطوط پر لگائی جاتی ہے۔قادیانی امت کہتی ہے کہ محمد کریم خاتم النّبیین ہیں کہ وہ آئندہ نبیوں کی آمد کی تصدیق کے لیے مہر لگاتے ہیں۔توجہ طلب پہلو ہے کہ

بعثت نبوی سے مرزا کے کذب دعویٰ تک چودہ صدیاں بیت گئیں۔ اس دوران متعدد افراد نے شہرت وعزت میں اضافہ کی خاطر نبوت کا دعویٰ کیا۔امت مسلمہ نے ان کا ردّ کیا۔تاریخ میں کہیں اُن کا ذکر ملے گا۔لیکن عوام الناس اُن کے نام سے واقف بھی نہیں۔خود مرزا قادیانی نے بعثت نبوی سے اپنے دعویٰ کے درمیانی عرصہ چودہ سو سال میں کسی مدعی کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی اپنے بعد کسی کی نبوت کی آمد کے بارے پیشین گوئی کی ہے۔تو دکھاؤ؟ اگر ہوتی تو مرزا قادیانی کے بعد دس قادیانیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا کسی کی نبوت کو وہ بھی تسلیم کرتے۔ مرزا کے جانشینوں نے سب کو جھٹلا دیا۔

پس ثابت ہوا کہ قادیانی امت نبی کریم ﷺ سے عصر حاضر تک

اپنے مرزا کے علاوہ کسی کو نبی نہیں تسلیم کرتے۔لیکن قرآنِ کریم میں خاتم النّبیین جمع کا صیغہ ہے۔اگر خاتم کا معنی امتی نبیوں کی آمد کی تصدیق کرنے والی ''مہر'' مراد لیں۔تو تم نے یار محمد قادیانی احمد نواز قابلی، چراغ دین جموی، عبداللطیف، غلام محمد قادیانی، عبداللہ تیماپوری صدیق دیندار، شیخ اسماعیل قادیانی لندن، محمد بخش قادیانی اور نبی بخش معراج قادیانیوں کے نبوت کے دعوؤں کو کس بنیاد پر جھٹلایا؟ مرزا کے بعد نبوت کے سلسلہ کورد کر کے خلافت کا سلسلہ کیوں شروع کیا؟

قادیانیو! آؤ ذرا دیکھو کہ مرزا قادیانی نے خاتم کا لفظ کہاں اور کس موقع پر استعمال کیا ہے اور اس سے کیا مراد لی ہے؟

''نیز یہ راز بھی کہ اخیر پر بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے۔'' [براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۲۰۷]

اس میں ''خاتم'' کے معنی چڑھتے سورج کی طرح عیاں ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل قوم کے آخری نبی تھے اگر ڈاک کے لفافوں پر لگنے والی ''مہر'' لیں۔تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مرزا تک بنی اسرائیل میں سے کون سا نبی آیا جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مرزا قادیانی نے خاتم کا لفظ دوسری جگہ کچھ اس طرح تحریر کیا ہے:

''میرے بعد میرے والدین کے گھر اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں اُن کے ہاں خاتم اولاد تھا۔''

[تریاق القلوب، ص:۱۵۷]

ہم مذکورہ تحریر سے یہی گمان رکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ مرزا اپنے والدین کا آخری بیٹا ہے۔اس کے بعد اُس کے والدین کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔اسی طرح قرآنی آیت خاتم النّبیین سے مراد حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

خاتم کے معنی مہر لیں تو پھر مرزا کی تحریر کا معنی ہوا کہ مرزا کہ پیدائش کے بعد مرزا کے والدین کی افزائش نسل کے اسباب پر بڑھاپے نے مہر لگا دی۔لیکن مرزا قادیانی نے جس طرح خاتم سے مراد لیا ہے کہ خاتم کی مہر سے نبوت مل سکتی ہے۔قادیانیو! اسی خاتم کے مفہوم کو مرزا کے خاتم اولاد ہونے پر چسپاں کرو۔اس کا مفہوم کیا بنتا ہے کہ مرزا کے علاوہ اور کوئی نہیں جس کی مہر سے بہن بھائی پیدا ہو سکتے ہیں۔کیا یہ معنی درست ہیں؟ قطعاً نہیں۔

خدارا ذرا عقل سے کام لو جس طرح خاتم عیسیٰ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں خود مرزا اپنے والدین کا آخری بیٹا ہے۔اسی طرح سارے جہانوں کی رحمت وہدایت کے لیے محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔

قادیانیوں نے کتابچہ آیت خاتم النّبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک میں اعتراض کیا ہے کہ مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیت خاتم کی رو سے اب کبھی کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا نہ شریعت والا نہ غیر شریعت والا۔دوسری طرف یہ ایمان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی وقت امت محمدیہ میں بحیثیت نبی نازل ہوں گے۔''

ہم مسلمان برملا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔قوم یہود کی سازش سے بادشاہ نے جن کو پھانسی پر چڑھانا چاہا تو اللہ قدیر نے اُن کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ نبوت ورسالت کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔اُن کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔اُن کے دوبارہ آنے میں یہ بھی ایک حکمت ہے کہ وہ عالم ارواح میں کیے گئے میثاق النّبیین کی عملی تصدیق کریں گے۔انبیائے کرام کی جماعت کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کی تائید ونصرت کریں گے۔

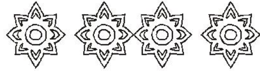
اس لیے اُن کا دوبارہ آنا عقیدہ خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ممکن ہے کہ یہاں قادیانی اپنے چیلوں کو مطمئن کریں کہ مرزا ہی مسیح موعود ہے۔یاد رکھو کہ حضرت عیسیٰ مائی مریم کے بطن سے بغیر باپ پیدا ہوئے تھے۔اُنہی کا قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر نزول ہوگا۔اس کے برعکس مرزا قادیانی ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا۔والد کا نام مرزا غلام مرتضےٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔

اس کی ماں کے پیٹ کو آسمان سے تشبیہ دینا قطعاً نامناسب ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے جب کہ مرزا نے دجال کے چیلوں کے خلاف لڑنا حرام قرار دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ وہ آپ کے حکم پر تن من دھن کی قربانی پیش کرتے رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کو اپنی رحمت و مغفرت کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ اگر آپ کے فیض اور اتباع سے نبوت مل سکتی تو خلفائے راشدین یا بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو ضرور ملتی۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر جدوجہد رہی کہ میری امت فتنہ وفساد سے بچی رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جمل وصفین میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اگر آپ کی مہر سے نبوت مل سکتی تو نازک موقع پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو ضرور مل جاتی۔

خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے پہلے تمام انبیائے کرام کی نبوت پر تصدیق کی مہر ثبت کی ورنہ ہمیں کیا خبر تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو خاتم النّبیین کے اعزاز سے نوازا کہ آئندہ کے لیے ظلی بروزی امتی نبوت کا دروازہ سربمہر کر دیا۔ جس طرح حکومت مہر کو توڑ کر ہیرا پھیری کرنے والا قومی مجرم تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازہ پر لگنے والی مہر کو توڑ کر اندر گھسنے والا ربّ کے حکم کا باغی ہے۔ اس کو ماننے والے بھی مرتد ہیں۔ اللہ کریم اُن کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے کی توفیق دے۔

بحیثیت مسلمان عقیدہ ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ ایمانیات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ یہ قطعاً نہ کہا جائے کہ ہمارے بزرگوں نے یوں کہا ہے، یا ہمارے آباء واجداد اس طرح کرتے رہے ہیں۔ اس قسم کے حیلے تراشنا بھی عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہیں۔



یادِ رفتگاں

اِک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

مولانا محمد عبداللہ جھنگڑوی رحمہ اللہ (ہری پور ہزارہ)

زین عرفان نجف پوری (مدرس جامعہ سلفیہ اسلام آباد)

نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پر سوز
ہے یہی رخت سفر میر کارواں کے لیے

علاقہ ہزارہ کو اللہ ربّ العزت نے مسلک اہل حدیث کے لیے بہت زرخیز بنایا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس زمین میں شاہ اسماعیل شہید اور سیّد احمد شہید رحمہما اللہ نے اسلامی جہاد کے پرچم کو بلند کیا تھا۔

اس علاقے میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت وترویج کے لیے بہت سے علماء نے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ آنے والی سطور میں ہم جس مردِ باہمت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں وہ ہری پور سے تعلق رکھنے والے ''مولانا محمد عبداللہ جھنگڑوی رحمہ اللہ'' ہیں۔''

آپ ۱۹۲۴ء میں ایبٹ آباد کے ایک گاؤں ''جھنگڑہ'' میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی احمد تھا۔ ایبٹ آباد کی مشہور ومعروف ''گجر برادری'' سے تعلق رکھتے تھے، آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ مولانا عبداللہ بچپن ہی سے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ والدین نے یہی دیکھتے ہوئے آپ کو اس وقت کے معروف عالم دین ''مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ'' کے پاس ابتدائی دینی تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ استاد نے اس ہونہار بچے کی خصوصی تربیت کی۔

ابتدائی دینی تعلیم وتربیت کے بعد مولانا عبداللہ نے کھیتی باڑی کو ہی اپنا پیشہ حیات بنایا۔ لیکن چوں کہ تربیت نہایت عمدگی کے ساتھ کی گئی تھی۔ لہٰذا جلد ہی مسلک اہل حدیث سے بے پناہ محبت ہونے کی وجہ ۱۹۴۹ء میں اپنے استادِ محترم مولانا محمد عبدالغنی رحمہ اللہ صاحب کے ساتھ مل کر موضع جھنگڑہ میں اہل حدیث مدرسہ جس کا نام ''مدرسہ اشاعۃ الاسلام'' تھا، کی بنیاد رکھ دی اور پھر دن رات اسی مدرسہ کی ترقی کے لیے کام کرنے لگے۔

۱۹۵۱ء میں مولانا عبدالغنی صاحب کی وفات کے بعد مدرسہ کی ساری ذمہ داری مولانا عبداللہ کو ہی سنبھالنی پڑی۔ آپ نے بڑی ہمت وجانفشانی کے ساتھ مدرسہ ہذا کی باگ دوڑ کو سنبھالے رکھا۔

بعدازاں یہی مدرسہ ۱۹۵۳ء میں ''مولانا محمد اسماعیل ذبیح'' رحمہ اللہ کے مشورہ سے شہر راولپنڈی میں منتقل کردیا گیا جو اس وقت جامعہ تدریس القرآن والحدیث کے نام سے مقبول ہوا اور آج کل جامعہ سلفیہ اسلام آباد کی شکل میں جماعت اہل حدیث کا مشہور ومعروف ادارہ ہے۔

مولانا عبداللہ جو کہ ہزارہ میں مدرسے کی نظامت کو سنبھالے ہوئے تھے۔ مدرسہ شہر راولپنڈی منتقل ہونے کے بعد مولانا محمد اسماعیل ذبیح کے علم وتقویٰ سے متاثر ہوکر جامعہ ''تدریس القرآن والحدیث'' راولپنڈی میں داخل ہوکر باقاعدہ دینی تعلیم کا حصول شروع کردیا۔ استاد نے اپنے اس ہونہار شاگرد پر خصوصی نگاہ رکھی اور ان کے صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے جامعہ کی مسجد (مرکزی مسجد راولپنڈی) میں ان کو اپنا نائب امام مقرر کرکے ان کی تنخواہ رکھوادی جس کی وجہ سے ان کے لیے تعلیم کے دوران معاشی مشکلات ختم ہوگئیں اور انہوں نے اپنی ساری توجہ حصولِ علم

کی طرف کردی۔

بالآخر مولانا عبداللہ جامعہ تدریس القرآن والحدیث سے ہی فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ ایک بہترین خطیب تھے اللہ نے آپ کو بلند اور خوب صورت آواز عطا فرمائی تھی۔ آپ جب بھی جامعہ تدریس القرآن والحدیث (مرکزی مسجد) میں اذان دیا کرتے تو خوش الحان ہونے کی وجہ سے کئی ایک تاجر حضرات صرف آپ کی اذان سن کر مرکزی مسجد کا رخ کر لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ دراز قد اور اچھی صحت ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق وعادات کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ایک بار آپ سے ملاقات کر لیتا وہ ہمیشہ دوبارہ ملنے کی خواہش رکھتا۔ آپ کو اللہ نے انتہا درجے کا متواضع اور مہمان نواز بنایا تھا۔ مہمانوں کے آنے سے اتنا خوش ہوتے کہ بعض اوقات مہمانوں کو رخصت کرتے وقت کرایہ بھی دیا کرتے تھے۔

آپ کی انہی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو دیکھتے ہوئے فراغت کے فوراً بعد ہی سرائے صالح (ہری پور) کی جماعت اہل حدیث نے آپ کی خدمات کو بطور امام وخطیب حاصل کر لیا۔ آپ اپنے استاد ''مولانا محمد اسماعیل ذبیح'' سے اجازت لے کر سرائے صالح تشریف لے گئے۔ وہاں جب آپ نے اپنی خطابت کے جوہر دکھلانا شروع کیے تو لوگ قطار در قطار مسلک اہل حدیث کو قبول کرنا شروع ہو گئے۔ سرائے صالح میں آپ کی شہرت عروج پر تھی کہ آپ کو پتا چلا کہ ہری پور شہر کی معروف مسجد تیلیاں والی میں کچھ لوگ رفع الیدین بھی کرتے ہیں اور آمین بالجہر بھی۔ لیکن کسی اہل حدیث عالم دین کے نہ ہونے کی وجہ سے کھل کر اپنی دعوت کو پیش نہیں کر پا رہے۔ جب آپ نے یہ صورتِ حال اپنے استاد مولانا محمد اسماعیل ذبیح کو بتائی تو حافظ اسماعیل ذبیح صاحب نے اطراف واکناف سے معلومات لے کر اور حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد مولانا عبداللہ کو یہ ہدایات دیں کہ سرائے صالح سے ہری پور شہر والی اس مسجد میں منتقل ہو جاؤ۔ اگرچہ حافظ صاحب کے اس فیصلے سے سرائے صالح کی جماعت ابتداءً ناراض تو ہوئی مگر بعد میں جب شہر میں مولانا عبداللہ کی محنت رنگ لائی اور مسلک اہل حدیث کا شجر لایزال تنا آور ہونے لگا تو تمام لوگ حافظ صاحب کی بہترین حکمت عملی اور مستقبل کے ایام کے بارے میں گہری سوچ وفکر پر آپ کے مداح ہو گئے۔

جب مولانا عبداللہ ہری پور شہر کی مسجد میں آئے تو اُس وقت اہل بدعت کی کثرت ہونے کی وجہ سے مسجد میں بیس تراویح ادا کی جاتی، نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر واذکار کیے جاتے اور ختم ودرود کی مجالس منعقد ہوتی تھیں۔ مولانا عبداللہ صاحب نے آہستہ آہستہ حکمت وبصیرت کے ساتھ ایک ایک کر کے ان بدعات ورسومات کی بیخ کنی کی۔

جماعت ہری پور کے مطابق مولوی عبداللہ صاحب جب اس مسجد میں آئے جو آج کل ہری پور کی مرکزی مسجد کہلاتی ہے تو آپ کو یہاں مختلف قسم کے لوگوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ جن میں خاندانی، نام لیوا مذہبی طبقہ اور سیاسی لوگ شامل تھے۔ آپ نے انتہائی حکمت عملی سے ان تمام حالات کا سامنا کیا اور ہری پور کی سرگرم سیاست میں بھی اپنا کردار سرانجام دے کر سیاسی حضرات کو بھی اپنے قریب کر لیا۔ نام لیوا مذہبی طبقہ سے آپ نے کتاب وسنت کے دلائل قاطعہ سے لیس ہو کر بحث ومناظرہ کے ذریعے مقابلہ کیا اور ان کے باطل عقیدے کو تمام لوگوں پر عیاں کر دیا۔

سب سے بڑی مشکل آپ کے لیے مختلف خاندانوں اور قوموں کے آپس میں قومی تعصب کو دور کرنا تھا اور ان مختلف خاندانوں کی کسی نہ کسی واسطے سے مسجد کے انتظام وانصرام میں مداخلت بھی پائی جاتی تھی۔ ایسے متعصب لوگوں کو مسجد کی حرمت اور اس کے تقدس سے کہیں زیادہ اپنی برادری اور اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب نے ایسے لوگوں کی آہستہ آہستہ ایسی تربیت کی کہ دین کا رنگ ان پر غالب آ گیا اور وہ گروہی وقومی تعصّبات کو بھول کر مولانا عبداللہ کے ساتھ مسلک اہل حدیث کی اشاعت وترویج میں مصروفِ عمل ہو گئے۔ اس دعوت حقہ کی وجہ سے مولانا عبداللہ صاحب کو طرح طرح کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔ چوں کہ آپ سے پہلے علاقہ ہزارہ میں اتنی کھلے عام مسلک اہل

حدیث کی دعوت کبھی سامنے نہیں آتی تھی۔ لہٰذا اس دعوت کی وجہ سے آپ کو گمراہ، وہابی اور مرتد اور طرح طرح کے الزامات سننے پڑے گویا کہ شاعر کی زبان میں ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

لیکن اس سے آپ کے ارادے متزلزل نہیں ہوئے بلکہ دن بہ دن مسلک اہل حدیث میں اضافے کی وجہ سے آپ کے حوصلے اور بلند ہوتے رہے۔

مولانا عبداللہ صاحب ہمیشہ بحث مناظرہ کے لیے تیار رہتے تھے جیسے ہی ہزارہ میں کوئی فتنہ سر اٹھاتا آپ فوراً ہی اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ اس کے مقابلے کے لیے اس جگہ پر پہنچ جایا کرتے تھے۔ آپ کے بہت سے مناظرے لوگوں میں بہت مشہور ہیں۔ خصوصاً نوشہرہ، ایبٹ آباد میں آپ کا ''قبر پر قرآن خوانی کی حقیقت'' کے موضوع پر مناظرہ قابل ذکر ہے جس میں آپ نے اپنے اساتذہ کرام مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی اور مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی رحمۃ اللہ علیہم کو بھی مدعو کیا۔ فریق مخالف میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مناظرے کے ذریعے بہت مسلک حقہ قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح آپ کا نجف پور گاؤں (ضلع ہری پور) میں ہونے والا مناظرہ بھی کافی مقبول و معروف ہے۔

منہج سلف وصالحین پر چلتے ہوئے احیائے سنت کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ سنت نبوی ﷺ کو عام کیا کرتے۔ اس کی ایک نمایاں جھلک علاقہ ہزارہ میں نمازِ عید کی کھلے میدان میں ادائیگی پر لوگوں کو ابھارنا اور اس عظیم سنت کا احیاء کرنا ہے۔ کیوں کہ اس علاقے میں یہ سنت بالکل معدوم ہو چکی تھی۔ اسی وجہ سے بعض نام لیوا مذہبی قسم کے مولویوں نے پورا زور لگا کر مولانا عبداللہ کو پابند سلاسل کروا دیا۔ آپ جیل میں چلے گئے مگر اس سنت نبوی ﷺ کو ترک کرنا گوارا نہیں کیا۔

اسی طرح جنرل ایوب کے دور میں آپ کا مشہور واقعہ چاند کو دیکھ کر نمازِ عید نہ ادا کرنے پر حکومت سے اختلاف اور نمازِ عید کے اعلان کا ہے۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ نمازِ عید کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔ پولیس بھی عید گاہ میں ہی پہنچ گئی۔ نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد لوگوں نے اپنے گھروں میں عید کی اور مولانا عبداللہ نے جیل کی کوٹھری میں۔

مولانا عبداللہ انتہائی بے باک اور نڈر عالم دین تھے، آپ نے لوگوں کی مخالفتوں کے باوجود علاقہ ہزارہ میں اہل حدیث مساجد کا جال بچھا دیا۔ حویلیاں کی مرکزی مسجد ہو یا ایبٹ آباد کی مرکزی مسجد، ہری پور کی مسجد اقصیٰ ہو یا جامع مسجد عبداللہ القدس۔ یہ تمام مساجد ومراکز اور اس کے علاوہ مختلف دیہاتوں میں بیسیوں مساجد آپ کی کوشش کی مرہونِ منت ہے۔ جب آپ ہری پور شہر میں آئے تو وہاں صرف ایک مرکزی مسجد تھی۔ جس کے حالات بھی گزشتہ سطور میں بیان کیے گئے تھے۔ اور مولانا عبداللہ کی وفات کے وقت ہری پور شہر میں الحمد للہ ۱۱ مساجد میں اور تحصیل وضلع ہری پور میں بیسیوں مساجد موجود ہیں ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
راہ رو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اس کے علاوہ آپ نے ہری پور شہر میں مدرسہ اہل حدیث کی بھی بنیاد رکھی جو کہ ''جامعہ اسلامیہ جی ٹی روڈ ہری پور'' کے نام سے معروف ہے۔ ابتداءً وہاں تحفیظ القرآن کے ساتھ ساتھ درسِ نظامی کی تعلیم بھی شروع کی گئی۔ لیکن اب صرف شعبہ تحفیظ القرآن ہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

آپ ماشاء اللہ صاحب اولاد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بیٹیوں کے نام بالترتیب حافظ عبدالباری، حاجی عبدالہادی، چوہدری عبدالباسط، ڈاکٹر عبدالقیوم اور حافظ عبدالوحید عبداللہ ہیں۔

حافظ عبدالباری Tip میں منیجر ہیں۔ موصوف نے ۱۹۶۷ء میں تدریس القرآن والحدیث سے حفظ کیا اور چوالیس سال سے مسلسل رمضان المبارک میں قرآنِ مجید سنا رہے ہیں۔ حاجی عبدالہادی صاحب پچیس سال ملازمت کے سلسلے میں سعودیہ میں مقیم رہنے کے بعد آج کل گھر ہی میں ہوتے ہیں۔ چوہدری عبدالباسط سیاسی وسماجی

کارکن کی حیثیت سے ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ ہری پور شہر کے تاجر یونین کے جنرل سیکرٹری اور پریس کلب کے ممبر بھی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالقیوم صاحب میڈیکل کے شعبہ تعلق رکھتے ہیں۔ طویل عرصہ تک یورپ میں میڈیکل کالج میں لیکچرار رہنے کے بعد آج کل ایبٹ آباد کمپلیکس میں بطور سرجن ڈاکٹر کے کام کررہے ہیں۔ اور سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ عبدالوحید نے جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں چار سال تک تعلیم حاصل کی۔ یہی مولانا عبداللہ کے حقیقی وارثِ مسند ہیں۔ مولانا عبداللہ کی جگہ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے ہیں اور آپ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا عبداللہ کے جنازہ کے موقع پر ہزاروں افراد کی موجودگی میں ہری پور جماعت اہل حدیث کے سرکردہ افراد نے مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کے عمامہ سے حافظ عبدالوحید کی دستار بندی بدست بابا حیدر زمان (قائد تحریک ہزارہ) کروائی۔

مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے ۲۰ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۳۱ھ بروز سوموار تقریباً چھ بجے شام وفات پائی۔

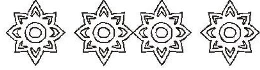
اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم و فن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم و ہنر

مسلک اہل حدیث کی آبیاری کے لیے علاقہ ہزارہ میں مولانا عبداللہ نے جو شجر کاری کی تھی۔ وہ آج ایک تناآور درخت کی شکل اختیار کرچکی ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ کے جنازہ کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں لوگوں کا ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اور جس میں سیاسی، مذہبی اور عوام الناس ہر طبقہ کے لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ مولانا عبداللہ کے آخری دیدار کے لیے لوگوں کی بے چینی دیدنی تھی۔ کافی دیر تک قطاروں میں لگ کر لوگ آپ کا دیدار کرتے رہے۔ ہر آنکھ آپ کو آخری مرتبہ دیکھنے کے بعد اشک بار تھی اور گویا کہ زبانِ حال سے کہہ رہی ہو ؂

نہ گورِ سکندر ہے نہ قبر دارا
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اللہ تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ ؂

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی



ضرورتِ رشتہ

دو بچیاں خوش شکل و پابند صوم وصلاۃ، سرگودھا کی رہائشی، عمر ۲۶ سال M.A, B.ed اور عمر 24 سال B.A, B.ed کے لیے تعلیم یافتہ، برسرروزگار ترجیحاً راجپوت اہل حدیث گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ

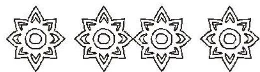
0333-9812562 / 0334-7500434



دو بیٹیاں عالمہ وفاضلہ مدرسات، عمر ۱۹ سال، ۲۱ سال، تعلیم درسِ نظامی، ضلع قصور کی رہائشی کے لیے اعوان علوی یا راجپوت برادری سے تعلیم یافتہ، برسرروزگار اہل حدیث گھرانوں سے رشتے مطلوب ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4130650 / 0300-8105194

0300-6571003



حافظ عبدالرحمٰن نعیم وفات پاگئے

حافظ عبدالرحمٰن نعیم (مدیر دارالاصلاح السلفیہ باغبانپورہ لاہور) گزشتہ دنوں بعارضہ ڈینگی بخار وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک خوش اخلاق، حافظ قرآن اور دینی امور میں مگن فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی دنیاوی فروگزاشتیں معاف فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے، آمین۔ [انتظامیہ دارالاصلاح]

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری۔

ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا حجیت حدیث نمبر

عبدالرشید عراقی

ہفت روزہ الاعتصام مسلک اہل حدیث کا ترجمان اور داعی ہے۔ یہ اخبار جماعت اہل حدیث کے نامور عالم دین اور محقق شہیر اور شارح سنن نسائی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم ومغفور نے اگست ۱۹۴۹ء میں جاری کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ اخبار ۶۲ سال سے دین اسلام کی نشر واشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت ومحدثات کی تردید وتوبیخ میں سرگرم عمل ہے۔

مارچ ۱۹۵۶ء میں مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ (جو اس وقت الاعتصام کے ایڈیٹر تھے) نے بڑی محنت اور جانفشانی اور کوششوں سے اصحاب علم وفضل سے مضامین حاصل کرکے ایک ضخیم نمبر حجیت حدیث پر شائع کیا۔ مولانا بھٹی صاحب نے ۲۲ علمائے کرام سے تحقیقی وعلمی مقالات حاصل کرکے اہل علم کو ایک عظیم علمی تحفہ پیش کیا۔

ان مقالات میں حجیت حدیث، تدوین حدیث، کتابت حدیث اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا مسکت جواب اور دفاع حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس نمبر کے قلمی معاونین اپنے دور کے نامور اور محقق علماء تھے جو اب سب اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ چکے ہیں، اور اس کے ایڈیٹر مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے۔ تاکہ وہ مزید دین اسلام کی خدمت کرسکیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ نے حجیت حدیث نمبر نکال کر بہت بڑی دینی خدمت انجام دی۔ اب اس کو ادارہ الاعتصام نے دوبارہ شائع کرکے ایک بہت بڑی علمی ودینی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس وقت ملک میں ایک مخصوص طبقہ حدیث نبوی ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ حدیث کے دفاع، نصرت وحمایت میں لٹریچر شائع کیا جائے۔ ادارہ الاعتصام مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے حجیت حدیث نمبر شائع کرکے دفاع حدیث کے سلسلہ میں بڑا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

اس نمبر کے تمام مقالات اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑے جامع اور عمدہ ہیں۔ اس نمبر میں جن علمائے کرام نے مقالات لکھے ہیں۔ ان میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی، متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی، شارح سنن نسائی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی، مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولانا سید رئیس احمد جعفری ندوی، مولانا عبدالجلیل سامرودی اور مولانا ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی رحمہم اللہ اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

صفحات ۳۰۴، قیمت ۳۶۰ روپے، مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور، دارالکتب سلفیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

برصغیر پاک وہند کے اس خطۂ ارض پر جب عبداللہ چکڑالوی نے فتنۂ انکارحدیث کا غلغلہ بلند کیا تو علمائے اہل حدیث نے اس خطے میں جنم لینے والے دیگر اسلام دشمن فتنوں کی طرح فتنۂ انکار حدیث کی پور طرح سرکوبی کی اور عبداللہ چکڑالوی کو لاہور کی تاریخی مسجد چینیاں والی سے

نکال کر مسجد کو پاک کرنے میں عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا کردار مثالی ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنے ماہنامہ اشاعت السنہ میں اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے اخبار ''اہل حدیث'' میں بڑی شدومد سے اس فتنے کی بیخ کنی کی اور دلائل وبراہین سے حدیث کی حجیت ونصرت پر مضامین ومقالات شائع کیے۔ متحدہ ہندوستان اور تقسیم ملک کے بعد علمائے اہل حدیث نے فتنہ انکار حدیث کے استیصال اور دفاع حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں بڑا جامع کام کیا ہے۔ انہوں نے سینکڑوں مضامین لکھے اور ہزاروں مضامین قلم بند کر کے خدام حدیث رسول ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

اہل حدیث رسائل وجرائد نے بھی فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی اپنا مشن قرار دے لیا تھا اور اب تک ان کی طرف سے ''صیانۃ الحدیث'' کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض اہل حدیث رسائل نے حجیت حدیث اور فتنہ انکار حدیث پر خاص اشاعتوں کا بھی اہتمام کیا ہے۔ مارچ ۱۹۵۲ء میں صحیفہ اہل حدیث کراچی نے پانچ سو صفحات پر محیط ''حدیث نمبر'' شائع کیا۔ ماہنامہ محدث لاہور نے اگست ستمبر ۲۰۰۲ء میں ''انکار حدیث نمبر'' شائع کیا اور اپریل ۲۰۰۸ء میں ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد کی طرف سے ''دفاع حدیث نمبر'' اشاعت پذیر ہوا۔

ان رسائل کے علاوہ جماعت اہل حدیث کے موقر علمی رسالے الاعتصام لاہور نے اپنی باسٹھ سالہ اشاعتی زندگی میں فتنہ انکار حدیث کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور ہر آن دفاع حدیث کا فریضہ احسن انداز میں ایک فرض سمجھ کر انجام دیا ہے۔ اس سلسلے میں الاعتصام لاہور کا ''حجیت حدیث نمبر'' خاص وقعت کا حامل ہے۔ اس کا نقش اوّل مارچ ۱۹۵۶ء میں جہازی سائز کے ۹۸ صفحات پر شائع کیا گیا تھا۔ اس وقت الاعتصام کے مدیر مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تھے۔ انہوں نے اہل قلم سے رابطے کر کے ان سے حجیت حدیث پر نہایت عمدہ علمی وتحقیقی مضامین لکھوائے اور تن تنہا اس اشاعت خاص کو مرتب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

الاعتصام کی ''حجیت حدیث'' پر اس اشاعت خاص کو ہر طبقہ فکر کے لوگوں نے پذیرائی کی اور قومی اخبارات نے اس پر بڑے بڑے شاندار اور جاندار تبصرے لکھ کر ایڈیٹر کو داد وتحسین پیش کی اور الاعتصام کے اس اقدام کو مستحسن قرار دیا تھا۔ بلاشبہ الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر ہماری جماعت کے عظیم مصنف مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے علمی کارناموں میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کی اہمیت اور علمی وقعت کے پیش نظر چون (۵۴) سال بعد محترم حافظ احمد شاکر صاحب مدیر مسئول ہفت روزہ الاعتصام اور ان کے رفقاء نے اس کے نقش ثانی کی اشاعت کا اہتمام فرمایا ہے۔ تین سو صفحات پر مشتمل الاعتصام کے موجودہ سائز پر یہ اشاعت خاص اعلیٰ کاغذ، معیاری طباعت اور خوب صورت جلد بندی کے ساتھ منصۂ شہود پر لائی گئی ہے۔ اس اشاعت خاص میں بڑے بڑے نامی لوگوں کے مضامین شامل ہیں اور بعض دیگر مکاتب فکر کے اہل قلم کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ اس اشاعت خاص میں لکھنے والے اکثر قلم کار سفر آخرت پر روانہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور موجودین کو صحت وسلامتی سے رکھے، آمین۔

الاعتصام کی اس اشاعت خاص ''حجیت حدیث نمبر'' میں حدیث، تدوین حدیث، حجیت حدیث، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، منکرین حدیث کے گروہ اور منکرین حدیث کے شبہات پر تفصیلی مضامین شامل ہیں۔ ہر مضمون سے پہلے مضمون نگار کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس سے ایک نئی جدت دکھائی دیتی ہے۔

پیش نگاہ ایڈیشن میں محترم حافظ احمد شاکر صاحب کا سخن اوّلیں ہے، اس میں اس اشاعت خاص پر عمدگی سے گفتگو کی گئی ہے اور الاعتصام کی مختلف علمی موضوعات پر جہود ومساعی کا دل نشیں تذکرہ کیا گیا ہے۔ مضمون نگاروں کے تعارف کے آخر میں کچھ اضافے کیے گئے ہیں اور میاں چٹو کے متعلق ان کے نواسے کا مکتوب شائع کر کے ان کی انکار حدیث سے برأت کا ثبوت دیا گیا ہے۔

بہرحال دفاع حدیث کے متعلق الاعتصام کی یہ اشاعت خاص دیکھ کر دل وفور مسرت سے جھوم اٹھا اور الاعتصام کے بانی مولانا عطاء اللہ

حنیف رحمہ اللہ، مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ، حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ اور ان کے رفقاء کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر انہیں دنیا اور آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں قارئین سے گزارش کروں گا کہ وہ خود بھی حجیت حدیث نمبر کو پڑھیں اور اپنے حلقہ احباب میں بھی پڑھائیں۔ بالخصوص جو لوگ حدیث رسول ﷺ کے بارے شبہات کا شکار ہیں ان تک یہ علمی دستاویز پہنچنا بہت ضروری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح معنوں میں احادیث نبویہ پر عمل کی توفیق دے، آمین......

تہذیب النسواں وتربیۃ الانسان

تصنیف: نواب شاہ جہاں بیگم مرحومہ (والیہ ریاست بھوپال)

ضخامت: ۵۲۵صفحات

خصوصیات: خوب صورت ٹائٹل، بہترین کمپوزنگ وطباعت، مضبوط جلد

ناشر: دارالکتب السّلفیہ، اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب تربیت انسان اور تہذیب خواتین کے متعلقہ امور کی مناسبت سے ایک بہترین اور مدلل مواد سے لبریز کتاب ہے۔ سابق ریاست بھوپال کی مرحومہ والیہ جنابہ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ ایک جیدہ عالم وفاضل خاتون تھیں۔ تربیت انسانیہ اور تہذیب نسواں پر ان کی یہ تالیف وتصنیف بنیادی مسائل سے لے کر آخری مراحل زیست تک کے لیے کار آمد سمجھی گئی ہے۔ یہ کتاب بار ہا شائع ہوئی اور بڑے محقق وراسخ علمائے کرام نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ بانی المکتبۃ السّلفیہ لاہور نے ۱۹۶۳ء میں اس کتاب کی اشاعت فرمائی۔

مذکورہ ایڈیشن ایک نئی سج دھج سے ''دارالکتب السّلفیہ'' نے شائع کیا ہے۔ حرفِ اوّل مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا ہے۔ جب کہ اس پر مفید حواشی، تخریج اور تنقیح وتہذیب محترمہ ومکرمہ اُمّ عبد منیب حفظہا اللہ نے فرمائی ہے۔ یوں یہ کتاب خوانندگانِ گرامی کے لیے مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے لکھے گئے مصنفہ کے مختصر حالاتِ زندگی کتاب کے شروع صفحات میں درج ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے چیدہ چیدہ عناوین درج ذیل موضوعات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ عورتوں کے امراض اور اس کا علاج، زچہ وبچہ کے مسائل، بچوں کی ولادت کے متعلقہ مسائل، غذا کے متعلقہ ہدایات، منت ونذر، اولاد پر والدین کی شفقت ومحبت، گھروں کی آرائش وصفائی، لباس کے بیان میں دلائل، ورزش اور ریاضت وغیرہ۔ بلوغت کا بیان، نکاح وطلاق، میاں بیوی کے حقوق، اور اس کے علاوہ وفات اور وفات کے بعد ایصالِ ثواب وغیرہ کے طریقوں کے متعلق سیر حاصل مواد شامل کتاب ہے۔ ہر گھر کی ضرورت ہے۔ ایسی کتاب سے کوئی گھر خالی نہیں رہنا چاہیے۔ قیمت درج نہیں۔

نماز تاریخ کے آئینے میں

مؤلف: مولانا محمد سرور الشفیق صاحب

ضخامت: ۱۱۹صفحات

ناشر: محمدی اکیڈمی، دیپوکے تحصیل ظفروال ضلع نارووال

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب ''نماز تاریخ کے آئینے میں'' کے مؤلف محترم ایک غیر متنازعہ عالم دین ہیں۔ قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ اشاعت دین کے امور بھی سرانجام دیتے آرہے ہیں۔ پسرور میں ایک طویل عرصے سے ایک ہی مسجد میں خطابت کا فریضہ بحسن وخوبی فرما رہے ہیں۔ اتفاق بین المسلمین کے حوالے سے تاریخی شخصیت ہیں۔ آپ کی اقتداء میں تمام مکاتب فکر کے لوگ نماز پنجگانہ وعیدین ادا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت سے نوازے، آمین۔

مؤلف کی تازہ تالیف جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ نماز کی تاریخ کے حوالے سے مرتب کی گئی ہے۔ اسلام کے اہم ارکان میں سے مؤلف موصوف نے نماز کی وجہ تسمیہ، نماز پنجگانہ کی غرض وغایت اور اہمیت پر

بڑی شرح وبسط کے ساتھ معلومات جمع فرمائی ہیں۔ مسئلے کی وضاحت کے سلسلے میں کہیں کہیں اشعار بھی درج کیے ہیں۔

قرآنِ کریم، احادیث کی کتب اور اسلامی کتب کے حوالہ جات دیے تو گئے ہیں مگر مکمل حوالہ نہیں لکھا گیا۔ مثلاً قرآنِ کریم، کتب احادیث اور دیگر حوالے دیتے وقت آیات کے نمبر، صفحہ نمبر، طباعت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ موجودہ دور تحقیق وتخریج کا دور ہے۔ کامل حوالہ ایک ضرورت بھی ہے۔ دیگر پروف ریڈنگ پر بھی توجہ نہیں دی گئی۔ اس کے باوجود کتاب معلومات اور تحقیقی سطح کی ہے۔ احباب ذوق وشوق سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو نماز کی پوری تاریخ کے متعلق بیشتر معلومات سے اپنے علم میں اضافہ کریں گے۔ ان شاءاللہ

اللہ کریم ناشر اور ان کے معاونین کی محنت قبول فرمائے، آمین۔

رہنمائے زوجین

مرتب: ڈاکٹر کیپٹن غلام سرور شیخ

ضخامت: ۲۸۷ صفحات

ناشر: صغرا تاج پبلشرز، ۱۷۔سی گل فشاں کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ایک مسلمان جوڑے یعنی میاں بیوی کے باہمی تعلقات اور ان کی روزمرہ بودوباش کیسے ہونی چاہیے؟ انہیں اپنا وقت کیسے اور کس سلیقے سے گزارنا چاہیے؟ مرتب موصوف ایک سماجی شخصیت ہیں۔ زوجین کے متعلق قرآن وحدیث اور ادبی کتب سے منتخب تحریریں جمع کر کے انہوں نے اس کتاب کو شائع کر دیا ہے۔

پانچ ابواب پر مشتمل خوب صورت ٹائٹل اور مجلد کتاب ہے۔ ان کے موضوعات درج ذیل ہیں:

پہلا باب: زوجین کی رہنمائی۔ دوسرا باب: فرمانِ رسول اور زوجین۔ تیسرا باب: انبیائے کرام علیہم السلام اور نساء الانبیاء۔ چوتھا باب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن۔ اور پانچواں باب: بہترین تحریروں پر مشتمل ہے جو زوجین کے تعلقات ومعاشرتی زندگی گزارنے کے سلسلے میں بعض مصنّفین ومترجمین نے اپنی کتب میں تحریر کی ہیں۔

اچھا خاوند، اچھی بیوی، زوجین کے حسن سلوک کے گر اور باہمی تعلقات پر سیر حاصل بیان ہے۔ بڑی مفید، عام فہم، کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔ کتاب منگوانے کے لیے ناشر کا پتا سطور بالا میں درج ہے۔

اختصار علوم الحدیث

تالیف: ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ وتحقیق اور حواشی: حافظ محمد زبیر علی زئی

ضخامت: ۲۷۳ صفحات

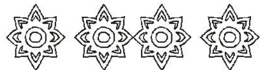
ناشر: مکتبہ اسلامیہ، رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

علم حدیث کے فہم کے سلسلے کی عظیم کتاب ''اختصار علوم الحدیث'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ جیسے امام ومفسر قرآن کی مایہ ناز کتاب ہے۔ فہم قرآن وحدیث یعنی کتاب وسنت کا ادراک ایک خوش قسمتی ہے۔ صحیح احادیث پر عمل اور ان کی جستجو کرنا باعث اجر وثواب ہی نہیں بلکہ صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب عربی میں تھی۔ اس کا عام فہم ترجمہ طلبائے علوم الحدیث کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ تحقیق وتخریج کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے۔

علم حدیث تمام علوم اسلامیہ میں اہم ترین اور منفعت بخش روحانی علم ہے۔ اس کتاب میں علم حدیث کی پہچان واقسام کے متعلق بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے جو طلبائے علوم حدیث اور علمائے حدیث کے لیے بڑی اہم بات ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب علم حدیث کو جاننے کے لیے ایک کسوٹی سے کم نہیں۔ اصولِ حدیث کے سلسلے کی یہ کتاب ہر طالب علم کے پاس ہونا ضروری ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، خوب صورت طباعت اور کارڈ کور ہے۔ قیمت درج نہیں۔



علوم عربیہ کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا

کی 51ویں سالانہ تقسیم اسناد

بتاریخ
29، نومبر
بروز سوموار
بعد نماز عشاء

بمقام
دارالحدیث
اوکاڑا

تعلیمی و تبلیغی کانفرنس (ان شاء اللہ)

زیر صدارت
جناب
چوہدری **محمد انوار الحق** صاحب
صدر انجمن اہل حدیث
وسرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث اوکاڑا

زیر سرپرستی
شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ
حضرت مولانا **عبدالرشید راشد** ہزاروی صاحب
سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث، پنجاب

مہمانانِ گرامی

محترم جناب
میاں محمد زماں صاحب
(سابق وفاقی وزیر مملکت)

محترم
مولانا
حضرت **محمد ادریس اثری** صاحب
(شیخ الحدیث مہتانوالہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، تحصیل دیپالپور)

محترم جناب
مولانا **محمد اکبر سلیم** صاحب
(رئیس مرکز ابن الخطاب، الٰہ آباد)

محترم جناب
مولانا **حافظ ظفر اللہ** صاحب
(داوقیانہ)
(امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع ساہیوال)

محترم
مولانا محسن
پروفیسر **حافظ عبیدالرحمٰن** صاحب
(مدیر جامعہ کمالیہ راجووال)

مقررین علمائے کرام

واعظ شیریں بیان
حضرت مولانا
قاری محمد حنیف ربانی
(نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان)

مقرر ذیشان
شیر پنجاب حضرت مولانا
حافظ محمد یوسف پسروری صاحب
لاہور

محقق عالم دین
پروفیسر
عبدالرزاق ساجد
(فاضل مدینہ یونیورسٹی، فیصل آباد)

واعظ خوش الحان
حضرت مولانا قصوری
حافظ محمد اقبال صاحب
خطیب تاندلیانوالہ

خطاب فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

نوٹ: احباب وقت پر تشریف لا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نیز اپنے مڈل، پرائمری پاس بچوں کو دینی و دنیوی تعلیم کے لیے بہتر ماحول، بہتر سہولیات کے ساتھ شعبہ کتب و حفظ میں داخل کروائیں۔ داخلہ تمام کلاسوں میں ہو سکے گا۔ ان شاء اللہ

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ، اوکاڑا۔ فون: 0312-4403173 -- 044-2521460

پانی کی رَو

آنکھوں کے کوہسار سے چشمے اُبل پڑے
پانی کی رَو سے اور شرارے مچل پڑے

نیکی کوئی خیال میں آئے، دعا کروں
شائد دہانِ غار کا پتھر پگھل پڑے

بے برگ نخل نخل تھا سردی کی لہر میں
موسم کھلا تو شاخوں سے پتے نکل پڑے

بے ساختہ زبان پہ کوئی لفظ آ گیا
کیا کہیے کس طرح سے جبینوں پہ بَل پڑے

بکھرے سحر کی ضو سے وسیلوں کے سبزہ زار
پنچھی تلاشِ رزق میں گھر سے نکل پڑے

کب تک جئیں گی کھو کے امیدوں کی دھول میں
بیٹے گھروں کو آئیں تو ماؤں کو کل پڑے

اس کانچ کے دیار کی گلیوں کا ماجرا
راسخ سے پختہ گام بھی آخر پھسل پڑے

[راسخ عرفانی]
